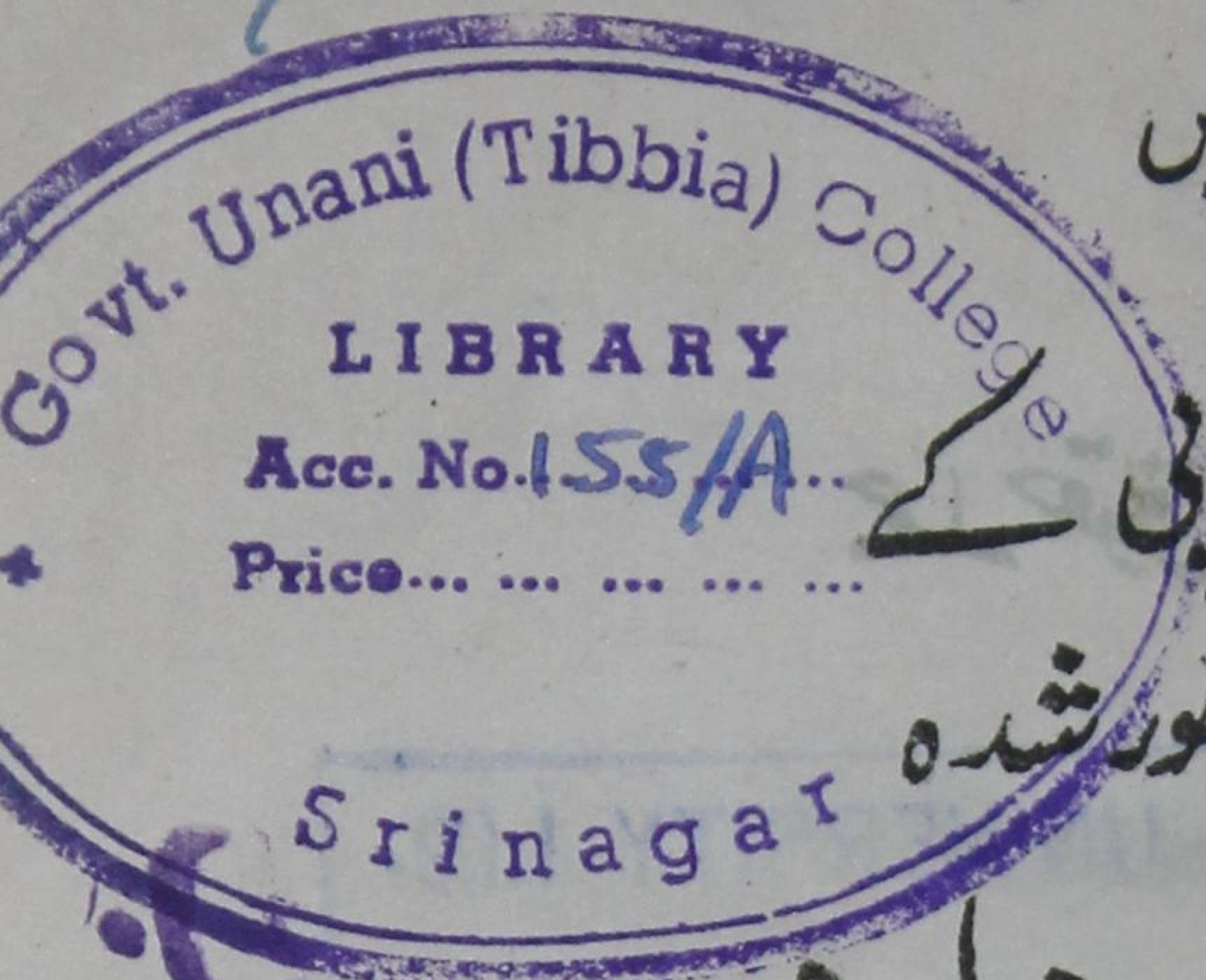


حیدرآباد دکن و یو۔پی کے
محکمۂ تعلیمات میں منظور شدہ

زنانہ خط و کتابت کا بیمثال مجموعہ

رضیہ کے خطوط

از
رضیہ سلطانہ چمن دہلوی

پبلشر
نیا کتاب گھر اردو بازار جامع مسجد دہلی

بار ششم



قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

مطبوعہ

کوہ نور پریس لال کنواں دہلی

انتساب

آنسوؤں کی لڑیوں کے ساتھ

اپنی ہمشیرہ جنت آشیاں محترمہ خدیجہ خاتون کے نام

اس دعا کے ساتھ کہ خدا کی لاتعداد رحمتوں کے

پھول اس مزار مبارک پر برستے رہیں جن میں وہ

میٹھی نیند سو رہی ہیں اور خدا جنت الفردوس میں

اُن کی پاک روح کو دائمی سکون عطا فرمائے۔ آمین

رضیہ محمد رحیم

پیشِ لفظ

ازپنڈت برجموہن صاحب دتاتریہ کیفی دہلوی مدظلہ؛

لوگ کہتے ہیں کہ خط لکھنا ایک آرٹ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خط لکھنا نفسیاتی ترجما
ہے۔ انسان جو جی میں آتا ہے لکھ دیتا ہے۔ وہ آرٹ ہو یا اپنے خیالات کی ترجمانی خطوں کے
اس مجموعہ میں پوری طرح موجود ہے۔ مجموعہ "رضیہ سلطانہ چمن"، دہلی کی تصنیف ہے
ممکن ہے ایسے خطوط بھی اس میں ہوں جو انہوں نے واقعی اپنی سہیلیوں کو اور رشتہ دارو
کو بھیجے، مگر کمال یہ ہے کہ یہ خط تصنیف نہیں معلوم ہوتے، اور خط و کتابت کا یہی اعلیٰ معیا
ہے۔ مرزا غالب کے اردو خطوط کیوں اتنے سراہے جاتے ہیں؟ یہی ہے نا! جیسے وہ مکتوب الیہ
سے باتیں کر رہے ہیں؛

زنانہ خطوط نویسی کو ادب کا شعبہ مولوی سید احمد مؤلف فرہنگ آصفیہ نے بنایا تھ
مگر اسے جگ بیت گئے اب معاشرت کا رنگ کچھ اور ہے۔ اس لیے ان خطوط کا لب
و لہجہ بھی دوسرا ہی ہونا تھا۔ چمن صاحبہ کو قلم اور رقم پر اچھی قدرت ہے۔ زبان نہایت
شستہ ستھری، اسلوب میں کہیں الجھن نہیں۔ تصنع کا کہیں نام نہیں۔ خیالات بہت شائ
اور بہت سی کام کی باتیں ان خطوں میں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں راشد الخیری اور نذیر احمد کا اثر
پھوٹ نکلا ہے۔ اور کون ایسی شائستہ خاتون ہے جس نے ان کی کتابیں نہ دیکھی ہوں۔ میر
مراد پند و وعظ اور خط و کتابت سے ہے۔ ان چیزوں کے ساتھ تکلف پیدا ہو جاتا ہے

غالب اِس سے بہت بچ کر نکل جاتے تھے۔

چمن صاحبہ مصنف ہیں۔ ان کی ایک کتاب "لعل و گوہر" بہت پسندیدہ چیز ہے۔ اِس سے ان کے مطالعہ کی وسعت اور پاکیزگیٔ تخیل کا پتہ چلتا ہے۔ رسالوں میں ان کے مضمون بھی پسند کئے جاتے ہیں۔ خطوں کا یہ مجموعہ مخدرات کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا، کیا اچھا ہو کہ اسے زنانہ نصاب میں لے لیا جائے۔ لڑکیوں کے لئے یہ خطوط بہت دلچسپ کارآمد اور مفید ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ چمن صاحبہ اپنے مطالعہ اور تحریر کا شوق کو جاری رکھیں گی اور ایسی ہی مفید تصنیفوں سے قوم کو فائدہ پہنچاتی رہیں گی۔ اللہ ان کو فراغت اور فرصت دے۔

برجموہن وتاتریہ کیفی

دہلی ۱۵۔ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

از ملا محمد ارتضیٰ واحدی اڈیٹر ماہنامہ ادیب دہلی

خط لکھنا سکھانے والی مردوں کو تو بہت سی کتابیں دیکھی ہیں۔ اور وہ مردوں کے لئے بھی ہیں اور عورتوں کے لئے بھی۔ مگر ایسی کوئی کتاب کم از کم میری نگاہ سے نہیں گذری اور میرے خیال میں نہیں آئی جو عورتوں کو خط لکھنا سکھانے کی غرض سے کسی عورت نے مرتب کی ہو۔ محترمہ رضیہ سلطانہ چمن دہلوی غالباً پہلی بیوی ہیں جنہوں نے اس میدان میں قدم اٹھایا ہے۔ نیز "رضیہ کے خطوط" میں سے جتنے خط میں نے پڑھے ہیں۔ اُن سے مجھ پر یہ اثر ہوا کہ عورتوں کے لئے کیسی بھی کتاب لکھی جائے اسے مرد کی نسبت عورت ایک اعتبار سے یقیناً بہتر لکھ سکتی ہے۔ عورت کی طرح مرد عورت کو نہیں

پھر مرد کے تصورات وہاں تک کیونکر پہنچنے ممکن ہیں جہاں اُن کا تصور پہنچ جاتا ہے۔ عورت سمجھتی ہے کہ عورت کو عورت سے کس لہجہ میں خطاب کرنا چاہئے۔ کس انداز سے کرنا چاہئے۔ کس بات سے عورت پر کیا اثر ہوگا۔

محترمہ رضیہ سلطانہ چمن یعنی "رضیہ کے خطوط" کی مصنفہ کو لکھنے کا ویسے بھی سلیقہ ہے۔ اُن کے مضامین رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اِن کی کئی کتابیں بھی چھپ چکی ہیں اور ہونہار خاتون معلوم ہوتی ہیں۔

واحدی

از سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب جمعیۃ علمائے ہند دہلی

اردو خط و کتابت اگرچہ نام کو تو معمولی سی چیز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خط لکھنے یا کسی خط کا جواب دینے کا سلیقہ ہر شخص کو نہیں آتا۔ جو شخص خط و کتابت کے طریقے اور طرز سے واقف نہ ہو وہ اگر کسی کو خط لکھے یا کسی کے خط کا جواب دے تو یقیناً بعض ایسی مضحکہ خیز غلطیاں کرے گا کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یورپین تعلیم نے ہماری خط و کتابت کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس وقت اس سے بحث نہیں کہ نئے سانچے میں ڈھلی ہوئی خط و کتابت سابقہ طرزِ تحریر سے بہتر ہے۔ یا اس سانچے کی ساخت نے پہلا روپ کھو دیا ہے۔ یا ہمیں اس مثال کی مصداق بنا دیا ہے۔ کہ کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی بھی بھول گیا۔ سانچہ کتنا ہی خوشنما اور اچھا سہی لیکن خط و کتابت کی جو چیز اصل روح ہے وہ اب اسی طرح تشنۂ توجہ ہے جس طرح پہلے زمانہ میں تھی۔ اور اب چونکہ عورتوں نے بھی اس میدان کا شہسوار بننا قبول کر لیا ہے۔ اس لئے اور بھی زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جس میدان کو مرد نہ سر کر سکے اور بعض دفعہ تو

غیر معمولی قابلیت کے مردوں نے بھی جس راہ میں ٹھوکریں کھائیں اُس میں صنفِ نازک کا گامزن ہونا اگرچہ زمانہ کی رفتار سے تعجب انگیز نہیں لیکن محتاجِ توجہ ضرور ہے۔ اس لیے ایک عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی خدا کا بندہ اس راستہ کی رہنمائی کرے اور اس میدان میں چلنے والی بہنوں کے لیے ایک ایسی بنیاد اور پگڈنڈی بنادے۔ جس پر ہماری بہنیں آہستہ آہستہ چل سکیں۔ اور اُن کی چال بعض بدسلیقہ مردوں کی طرح مضحکہ خیز نہ ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ میری طرح اس ضرورت کا احساس بجائے مردوں کے دہلی کی ایک شریف اور معزز خاتون نے کیا وہ معزز خاتون رضیہ سلطانہ جبین ہیں جو اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھ رہی ہیں۔ کتاب کا نام "رضیہ کے خطوط" رکھا گیا ہے اس میں سے بعض میں نے پڑھے ہیں۔ خطوط پڑھ کر مجھے مسرت ہوئی۔ خدا تعالےٰ رضیہ سلطانہ کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے۔ جس ضرورت کی جانب مردوں کو توجہ نہ ہوئی اللہ تعالےٰ نے وہ کام صنفِ نازک سے لے لیا ہے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں رضیہ سلطانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ خط و کتابت۔ جو کتاب وہ مرتب فرما رہی ہیں وہ کتاب نہ صرف اُن کی بہنوں کے لیے مفید ثابت ہوگی بلکہ نوشت و خواند کے کچے مرد بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ ۳۲ء

از نواب خواجہ محمد شفیع صاحب دہلوی اردو مجلس دہلی

راقم الحروف نے "رضیہ کے خطوط" جستہ جستہ دیکھے نہایت مبارک اقدام ہے۔ نہ صرف یہ سلسلہ اچھی انشاء پردازی کا بلند نمونہ ہے۔ بلکہ ایک انداز سے پند و نصائح کا بھی مجموعہ ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب ہر گھر میں رکھنی ضروری ہے

خواجہ محمد شفیع دہلوی
۲۰ فروری سنہ ۱۹۴۳

تعارف

میری پیاری سہیلی رضیہ سُلطانہ چمن جن کی مضمون نگاری کا سکّہ ہندستان بھر میں رواں ہے۔ اور جن کی شہرت ایران و عرب اور مغربی ممالک تک پہنچ گئی ہے دہلی کے صوفی منش رئیس حاجی غلام محبُوبُ الٰہی صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ وہ ہندستان کی راجدھانی دہلی میں پیدا ہوئیں۔ سنِ ولادت اغلباً ۱۹۲۱ء ہے۔ اِس اقبال مند خاتون کو پانچ چھ سال کی عُمر میں ہی تحصیلِ علم کا اتنا شوق تھا کہ وُہ صبح کی نماز سے پہلے اپنے مکتب میں پہنچ جاتی تھیں۔ چنانچہ بہت چھوٹی سی عمر میں قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم سے فارغ ہوکر سکول میں داخل ہوئیں

میونسپل گرلز اسکول میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن نصابِ تعلیم نے اُنھیں بیزار کر دیا۔ وُہ جانتی تھیں کہ یہ نام نہاد نصاب ایم۔اے اور بی اے تو بناتا ہے لیکن اِنسان نہیں بناتا۔ چنانچہ گھر پر تعلیم کا آزاد سِلسلہ شروع ہوُا۔ طبیّعت میں علم وادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ بہت جلد اردو ادب پر اتنا عبور حاصل کر لیا کہ اُن کے ہاتھوں چمن اردو کی آبیاری ہونے لگی۔

۱۹۳۳ء میں اُن کی شادی ہوئی۔ اُن کے شوہر محمد رحیم دہلوی ایک معرُوف

تاجماور ایک مشہور ادیب ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔ اُن کی وہ سب کتابیں جو کئی کئی مرتبہ چھپیں اور جنہوں نے شہرتِ دوام حاصل کی اسی دور کی لکھی ہوئی ہیں جب کہ انھیں اس عالی مرتبت ادیبہ کی رفاقت حاصل تھی۔

رضیہ سُلطانہ چمن کی بے پناہ قوتِ تخلیق کا راز اُن کی سلیس اور عام فہم زبان میں پنہاں ہے۔ وہ جس موضوع پر لکھتی ہیں الفاظ میں مصری کی ڈلیاں گھول دیتی ہیں اُن کا اندازِ بیان اس قدر اچھوتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے بالکل تصویر سی کھنچ جاتی ہے۔

وہ مبہم قصّے اور غیر فطری افسانے سُنانے کی بجائے ہماری معاشرت کی خام کاریوں پر بیباکانہ تنقید کرتی ہیں۔ اور سماج کی تباہ کن بندشوں کو توڑ ڈالنے کیلئے ہمیں اصلاحِ معاشرت کی عملی شکلیں بتاتی ہیں۔ موجودہ ہمّت شکن فضا میں جبکہ کسی خاتون کو گیسوئے اردو کے سنوارنے کا اہل نہیں سمجھا جاتا، چمن صاحبہ نے دوسرے آدمیوں کے برعکس اپنے مضامین میں مسائلِ حاضرہ پر غور و فکر کر کے زندگی کی پیچیدگیوں کے حل کرنے کی بہترین صورتیں پیش کیں۔ انھوں نے جو کچھ لکھا اپنے ملکی ماحول اور اسلامی روایات کے درمیان رہ کر لکھا۔ تاکہ اربابِ اختیار سنجیدگی سے اُن کے مشوروں پر غور کر سکیں۔

ایک مرتبہ اردو رسائل میں زور شور سے یہ بحث چھڑی کہ مرد زیادہ مکّار ہوتے ہیں یا عورتیں زیادہ مکّار ہوتی ہیں۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر الزامات لگائے گئے۔ ہر فرقہ نے اپنے آپ کو فرشتہ کہنے میں اور دوسرے کو شیطان ثابت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ اچھے اچھے صلح کُن اس رَو میں بہہ گئے اور بڑے بڑے مدبر

اس راہ میں بھٹک گئے لیکن تعصب اور فرقہ واریت کے اس زبردست طوفان میں ایمانداری اور سچائی کی بات جس نے کہی وہ یہی رضیہ سلطانہ چمن ہیں۔ انھوں نے اپنے مضامین میں ثابت کیا کہ عورت ہو یا مرد ہر جاندار اسی مادی دنیا کا باشندہ ہے۔ جنت کا فرشتہ یا دوزخ کا شیطان نہیں ہے۔ ہر صنف میں خرابیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ہیں۔ کیونکہ انسانی فطرت نہ بالکل سیاہ ہوتی ہے۔ اور نہ بالکل سفید ہوتی ہے۔

رضیہ سلطانہ چمن کو اپنے ملک سے اُلفت ہے۔ اور وہ اس کی روایات کی زبردست محافظ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قدامت پسندی کی جہالت میں مبتلا نہیں۔ وہ مغرب کی تہذیب کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بھی اس میں سے ہر وہ چیز قبول کرنے کیلئے تیار رہتی ہیں جس سے ہماری فطرت مسخ نہ ہو جائے۔ اور ہم اپنی اصلیت کو کھو نہ دیں۔ ان کے مضامین قومیت اور وطنیت کے جذبہ کے علمبردار ہیں۔ انہوں نے ملکی سیاست کا بغور مشاہدہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ کلکتہ کے مشہور اخبار ہند کے ایڈیٹر مولانا ملیح آبادی نے " اگر میں ڈکٹیٹر ہوتا " کے عنوان پر ایک سیاسی مضمون لکھا تھا جو کافی مقبول ہوا اور اردو رسائل نے اُسے مستقل عنوان کا درجہ دے کر چوٹی کے ادیبوں کو مقابلہ کی دعوت دی اور ماہنامہ "محشر خیال" نے بھی حد مقرر کر دی تھی۔ دو صفحہ سے زیادہ کوئی مضمون شائع نہیں کیا جائے گا۔ مشہور خواتین اور معروف حضرات نے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ لیکن چمن صاحبہ نے جب اس عنوان پر قلم اٹھایا تو قارئین نے اُن کے کمال کا اعتراف کیا۔ اور ماہنامہ "محشر خیال" میں جا بجا مختلف مقامات سے فرمائشیں آئیں کہ موصوفہ اس عنوان پر کچھ اور

بھی لکھیں۔ چنانچہ ماہنامہ "محشر خیال"، نے اپنی وہ شرط کہ اِس عنوان پر دو
صفحے سے لمبا کوئی مضمون شائع نہ ہو سکے گا۔" واپس لے لی اور صرف چمنؔ صاحب کے
لئے واپس لے لی۔ اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اِس عنوان پر مزید لکھیں۔ چنانچہ
انھوں نے پھر بھی جو کچھ لکھا اُسے ہر طرف قبولیتِ عام کی سند ملی۔ کیونکہ وہ ہندوستان
کے دُکھی غلاموں کے دِلوں کی بازگشت تھی۔ یہی شہرت افزائی تھی جس کے سبب
"محشر خیال" کے قلمی معاونین کی فہرست میں اُن کا نام مستقل طور پہ شامل کیا گیا۔ اور
کچھ ہی عرصہ بعد انھیں اِس کا اڈیٹر بنا دیا گیا۔ مردانہ رسائل کے اراکین ادارہ میں کسی
خاتون کی شرکت ایک ایسا اعزاز ہے۔ جو ہندوستان بھر میں مشکل سے دو چار خواتین
کو حاصل ہے۔

عہدِ سلف کی ان جانباز خواتین کے صحیح حالات کی تشہیر و اشاعت چمنؔ صاحبہ
کا محبوب مشغلہ ہے۔ جنہیں متعصّب مؤرخین کی غلط نگاری کے سبب آج ہم بھولے بیٹھے
ہیں انہوں نے تاریخ میں سے چُن چُن کر ایسی دلیر عورتوں کے حالات شائع کئے جنہوں نے
اپنی دلیری کا سکّہ بٹھا دیا تھا۔ اور دنیا کے بڑے حصّہ پر فرمانروائی کی تھی چنانچہ اسی تاریخی
عنوان پر حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن نے ان کی تقریریں براڈکاسٹ کیں اور دہلی کے مشہور رسالہ
ادیب میں ان کے مضامین مسلسل شائع ہوئے اور ہر طرف سراہے گئے

اُن کیلئے ہندوستان کی مشہورِ زمانہ ملکہ نور جہاں کے حالات اس علمی قابلیّت اور
فرمانروائی کی لیاقت کے سبب خاص طور پر اپنے اندر ایک کشش رکھتے ہیں انہیں جب معلوم
ہوا کہ ہندوستان کی اس محبوب ملکہ اور عالی وقار خاتون کا مزار لاہور میں عبرت کی تصویر بنا
ہوا ہے۔ دن میں اس کے اندر گائے بھینس چرتی ہیں اور رات کو چمگادڑیں اس میں بسیرا کرتی ہیں

تو انہوں نے مسز وامودی ٹون کو جو اس زمانہ میں ملکہ نورجہاں کی کہانی کو "پکار" کے نام سے فلما رہی تھی یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اس فلم کے آخر میں کوئی ایسا ٹکڑا رکھدیں جس سے نہ صرف اس پُرشکوہ ملکہ کے مقبرہ کی زبوں حالی سے ہی واقف ہو جائیں بلکہ فراہمی رقم کی بھی کوئی شکل پیدا ہو تا کہ اس کی شایانِ شان مرمت ہو سکے۔ لیکن چونکہ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں فلم کو ابھی تک اپنے ارفع و اعلیٰ مقاصد کا ذریعہ نہیں بنایا گیا۔ اور اس سے صرف غریبوں کا خون چوس کر فلمی سرمایہ داروں کی تجوریوں کو لبا لب بھر دینے کا ہی کام لیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی، لیکن رضیہ سلطانہ چمن مایوس ہونا نہیں جانتیں انہوں نے آخر کار براہِ راست پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات کو مقبرہ کی شکستہ حالی کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ وہاں کے آثارِ قدیمہ کو چمن صاحبہ کی شکایت سے آگاہ کیا گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد محکمہ آثار قدیمہ نے اطمینان دہ حالات سے اطلاع دی۔

تحریری صناعیوں اور ادبی دلکشیوں پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیاسی حقائق اور ملکی واقعات کا بھی بغائر مطالعہ کیا ہے۔ ظالم محوریوں کے دستِ ظلم سے اپنے ملک کو بچانے کے سوال پر ہندوستان میں کہیں اختلاف نہیں ہے۔ آج ہر مدبر اور ہر صائب الرائے کی یہی خواہش ہے۔ اور یہی آرزو ہے کہ ملک کو دشمن کے مقابلہ کیلئے تیار کرایا جائے۔ اور ہندوستان کے بچاؤ کیلئے پوری قوت سے کام کیا جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں بھی چمن صاحبہ نے بھی چند مفید تجویزیں پیش کی تھیں۔ جنہیں برٹش براڈکاسٹنگ نیو دہلی نے سرکاری ڈاک کے ساتھ لندن بھیجا ہے۔ اور امید ظاہر کی ہے کہ لندن میں چمن صاحبہ کے مشورہ پر پورا پورا غور کیا جائے گا۔

"مکمل باورچی خانہ" پہلی چیز ہے جسے ترتیب دے کر انھوں نے کتابی صورت

شایع کیا۔ کچھ تو چمن صاحبہ کے مضامین کی مقبولیت اور کچھ اس لئے بھی کہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے خواتین کے لئے بیحد مفید اور سبق آموز چیز تھی۔ یہ کتاب اس طرح ہاتھوں ہاتھ لی گئی کہ شاید اردو کی بہت کم کتابوں کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی ہوگی، ابتک کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اور اب پھر قریب الختم ہے۔ اب اس کتاب کا نام "رضیہ کا شاہی دستر خوان" ہے "مغربی مشرقی کشیدہ کاری" ان کی دوسری کتاب ہے۔ جو فن کشیدہ پر بہترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ بہت سے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اردو میں آجتک ایسی شاندار اور دیدہ زیب کتاب نہیں چھپی تھی۔ بہت بڑے سائز پر اس کا بہت خوبصورت ٹائیٹل اتنا دلکش ہے کہ آنکھوں کے سامنے سے اسے ہٹانے کو جی نہیں چاہتا۔ پھر اس کے علاوہ انہوں اپنے نام کی مناسبت سے واقعی اس میں چمن کھلا دیا ہے۔ ہزاروں بیل بوٹے ہیں جو بہت خوبصورت ہیں

"لعل وگوہر" ان کی تیسری کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے بیحد کارآمد اور نتیجہ خیز مقولے جمع کئے ہیں۔ اس کی اشاعت پر گاندھی جی نے چمن صاحبہ کا شکریہ ادا کیا اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی چمن صاحبہ کی اس ادبی خدمت کو بیحد سراہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے فطرت میں وسعت، دل میں درد اور اخلاق میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ہم کو مضبوط ارادہ کامل ہمدردی اور دلسوزی کا سبق پڑھاتی ہے وائسرائے آف انڈیا کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر سر جوگندر سنگھ نے "لعل وگوہر" کی تعریف کی ہے۔ اور اس کی تشہیر و اشاعت میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے حیدرآباد سرکار عالی کے محکمۂ تعلیم نے "لعل وگوہر" کو مدراس کے کتب خانوں اور انعام کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔ اور جامعہ ملیہ دہلی نے بھی اس کو اپنی انعامی کتابوں میں شامل کیا

ہے۔ یہ تمام باتیں اس مقبولیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جو چمن صاحبہ کی کتابوں کو حاصل ہے۔

"رضیہ کے خطوط"، ان کی چوتھی کتاب ہے۔ یہ کس قدر مفید تر اور سبق آموز ہے اس کی تشریح کی ضرورت یوں نہیں کہ یہ آپ کی نظروں سے گذرے گی اور خود اپنا خراج لے گی۔ اس میں ایک عجیب جدت جو میں نے پائی وہ یہ ہے کہ چمن صاحبہ نے ہر خط کا انداز بیان ایک دوسرے سے مختلف رکھا ہے اور یہی ان کی انشاء پردازی کا کمال ہے۔ کسی خط میں وہ ہمیں چشم پُر آب کر دیتی ہیں اور کسی خط میں وہ ہمیں مسکرا دینے پر مجبور کرتی ہیں۔ ایسے خط بھی ہیں جن کی تحریر سے شوخی ٹپک پڑتی ہے۔ اور ایسے بھی ہیں جنہیں پڑھ کر پڑھنے والا سُن ہو کر رہ جائے۔

اس سے بچوں کو بڑا فائدہ پہنچے گا۔ جو اس کتاب کو سبق بہ سبق پڑھینگی انہیں یہ فرق معلوم ہو جائے گا کہ "چھوٹوں کی طرف سے بڑوں یا بڑوں کی طرف سے چھوٹوں کو یا برابر والیوں" کی خط و کتابت کے طریقے کیا ہیں۔ اور کس خیال کو کن الفاظ میں مناسب طریقے سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

"رضیہ کے خطوط" لکھ کر چمن صاحبہ نے ایک نہایت دلچسپ اور مفید خدمات انجام دی ہے۔ اور ملک کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ پھر ان خطوط میں انہوں نے جن خیالات اور رجحانات کا سبق دیا ہے وہ موتیوں سے تولنے کے لائق ہے۔ امید ہے کہ بچیوں کو خطوط نویسی سکھانے کے لئے ہر گھر میں اس کتاب کو رہنما بنایا جائے گا۔ اور صوبوں کی حکومتیں اس مفید عام کتاب کو نصاب تعلیم میں شامل کر کے مصنفہ کی قدر افزائی کریں گی۔

رضیہ سلطانہ چمنؔ ایڈیٹر ماہنامہ "محشر خیال" کی ذات گرامی ہندوستان کی خواتین کے لئے باعث ناز و صد افتخار ہے۔ ان کی تصنیفات کے سبب ہمارا جمود ایک اضطراب میں تبدیل ہو رہا ہے۔ اور عورت اپنی وہ جگہ حاصل کر رہی ہے۔ جو کہ مذہب نے اس کے لئے مقرر کی تھی۔ لیکن محکومیّت نسواں کے حامیوں کی کوششوں کے سبب غصب کر لی گئی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ موجودہ دور اُن کی قدر کر رہا ہے۔ وہ جن خیالات کی ترجمانی کرتی ہیں انہیں مقبولیّت کی سند ملتی ہے۔ ان کی جو کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ ہندوستان اور اس کے باہر بھی خراج تحسین حاصل کرتی ہیں۔ کتب خانہ کی درخواست ہے کہ چمنؔ صاحبہ اپنی ہر کتاب اُن ہی کے توسط سے شائع کرائیں۔

کتب خانہ کے علاوہ دیگر رسائل بھی یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہماری ہر اشاعت میں اپنے مضامین بھیجا کریں۔

الغرض موجودہ دور ان کو سراہ رہا ہے۔ اور یقین ہے کہ آئندہ آنے والا دور کا مورّخ بھی ان کے نام کو روشن حروف میں لکھے گا۔ کیونکہ اُن کی ادبی خدمتیں چمن اردو کے ایسے صدا بہار پھول ہیں جنہیں امتداد زمانہ کی باد خزاں کے جھونکے کمھلا نہیں سکتے یہ ایسے نقوش ہیں جن کی آب و تاب گزرتے ہوئے وقت اور بدلتے ہوئے ماحول کے ماند نہیں پڑ سکتی۔

بیگم عبدالحق فاروقی

دریا گنج دہلی ۶ دسمبر ۱۹۴۲ء

ابھی تو سیکھ رہی ہے
نوید وصل بن کر خط کبھی جلوے دکھاتا ہے
کبھی بن کر پیام امر سا نشتوں کو رلاتا ہے

وطن سے دور جب مجبوریاں ملنے نہیں دیتیں
تو پھر کاغذ کا اک پرزہ ملاقاتیں کراتا ہے

لباس ہر کس و ناکس بدلنا اس کو آتا ہے

بڑوں کی طرف سے چھوٹوں کے نام

پھوپھی کا خط بھتیجی کے نام

رشیدہ منزل کانپور
۷ر جنوری ۱۹۳۸ء

پیاری بیٹی

تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی چھٹی ملی۔ دل کو خوشی ہوئی۔ مگر بیٹی تمہارا خط ابھی کچا ہ
مشق کی ضرورت ہے۔ تھوڑی سی بھی توجہ کروگی تو خدا چاہے خوشخط لکھنے لگوگی عام شک
ہے کہ عورتیں بدخط ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں کو جہاں دو چار لفظ لکھنے آئے د
اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتی ہیں۔ اور ہاتھ کو خوشخط بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ مگر امید
ہے کہ تم اس غلطی میں مبتلا نہ ہوگی۔ کبھی کبھی مجھے خط بھیجتی رہا کرو تاکہ مجھے برابر اندازہ
ہوتا رہے۔ کہ تم میری نصیحت پر کہاں تک عمل کر رہی ہو اپنے ابّا جان اور اماں بی سے م
سلام کہنا۔

خدا تمہیں ایمان دے!

تمہاری پھوپھی
سکندر بانو

(۲)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

جہاں کے نور (نورجہاں)

خدا تمہیں دولت ایمان دے ! تمہاری عمر دراز ہو۔ خط تمہارا آیا۔ اب میں پہلے سے اچھی ہوں اگر درد سر نے بے حواس نہ کیا، تو شب برات کے بعد دہلی آنا چاہتی ہوں۔ زندہ رہی اور قابل سفر رہی تو اطمینان رکھو۔ انشا اللہ ضرور آؤں گی۔ میری بیماری سے تم سب کو اتنا فکر مند نہ ہونا چاہئے۔ خود میرا اپنا حال تو یہ ہے۔ کہ طبیعت روز بروز زندگی سے بے تعلق ہوتی جاتی ہے۔ بہت دن جی لئے۔ اب آخری سفر کی تیاریاں ہیں صحت کی دعا مانگنے کی بجائے اب نیک انجام کی طلب کرنی چاہئے۔ میری پچاس برس کی اس عمر کا تجربہ یہ ہے کہ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ اور یہاں کی راحتیں دام فریب ہیں۔ بیٹی ہمیشہ نیک عمل کرنا، اور کبھی نہ بھولنا کہ آخر ایک روز رتی رتی کا حساب دینا پڑے گا۔ اس وقت کو یاد رکھو گی تو اپنی زندگی کو نیک بنانے میں تمہیں بڑا سہارا ملے گا۔ سب کو دعا

اکبری بیگم
۱۳؍ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء

آگرہ

(۲۳)

نانی کا خط نواسی کے نام

قیصر باغ

لکھنؤ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

نازوں کی پالی رابعہ جم جم جیو اور بڑوں کے لئے فخر کا باعث ہو۔ تمہارے چھوٹے ماموں کے خط سے یہ معلوم ہو کر میرا دل باغ باغ ہو گیا کہ تم نماز کی سخت پابند ہو۔ منہ اندھیرے اٹھتی ہو، اور نماز کے لئے اپنی والدہ کے ساتھ برابر کی حوض والی مسجد میں جاتی ہو اور نماز کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب جو قرآن شریف کا ترجمہ بیان کرتے ہیں اُسے غور سے آخر تک سنتی ہو۔

بیٹی شکر ادا کرو اُس رحیم و کریم خدا کا جس نے ہمیں حضور رسول مقبول کی اُمت میں پیدا کر کے مذہب اسلام سے نوازا۔ ہمارے پیارے مذہب کے پھیلنے سے پہلے عورت کو عبادت گاہوں میں گھسنے بھی نہ دیا جاتا تھا۔ گویا عورت کو اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کی بھی اجازت نہیں تھی۔ مگر اسلام نے عورتوں کے حقوق نہایت فیاضی سے انھیں عطا کئے۔ اور اُن کی حیثیت کو بے حد بلند کیا۔ جس نے تمہیں عروج دیا اس مذہب اور اُس کی مقرر کی ہوئی نماز اور خدا کے کلام قرآن شریف سے تمہیں اپنی محبت ہے اور اپنی دلچسپی ہے یہ جان کر میری خوشی کا ٹھکانا نہیں ہے۔ خدا ہمیشہ تمہیں اپنی محبت سے اسی طرح شاد رکھے۔ اور دین دنیا میں تم سرخرو رہو۔

امتیاز النساء بیگم

۴
دادی کا خط پوتی کے نام

بیٹی اکبری خانم! دعا

تمہارا خط ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب تم اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھنے لگی ہو۔ دو چار کتابیں پڑھ لینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم اَن پڑھ عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھو۔ اُن کے لئے تو تمہارے دِل میں رحم کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ کہ افسوس وُہ زیورِ علم سے آراستہ نہ ہو سکیں۔ تم نے اُن کو اپنے سے کم سمجھا تو یہ غرور تمہیں کہیں کا نہ رکھے گا۔ اِس کو تو تم مانوگی کہ میں نے تم سے دو چار کتابیں زیادہ ہی پڑھی ہوں گی۔ مگر پھر بھی جانتی ہوں کہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے نہایت کم ہے۔ اور اگر اِسی کم کے بہت تھوڑے سے تھوڑے حِصّہ پر بھی عمل کروں تو کیا سے کیا ہو جاؤں

والدعا

محمدی بیگم

کانپور۔ چمن گنج

۹ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

۵
ماں کا خط بیٹی کے نام

میری دُلاری گلنار جیتی رہو۔ صاحبِ نصیب ہو

تمہارے خط سے معلوم ہُوا کہ جب سے میں آئی ہوں۔ تم نے قرآن شریف کو کھول کر بھی نہیں دیکھا۔ کیونکہ گھر کے کام کاج کے سبب فرصت نہ مِل سکی۔ اِلٰی چمن کے دروازے کو کتنے ہی قفل لگا دے۔ بادِ نسیم کے جانے سے کون روک سکتا ہے۔

تم اگر چاہو تو لاکھ مصروفیت پر بھی قرآن شریف کے لئے وقت نکال سکتی ہو۔ یہی چیز ہے جو آخرت میں کام دے گی۔ دنیا کے سب بکھیڑے تو یہیں رہ جائیں گے۔ تمہاری آپا کی طبیعت خدا کے فضل سے اب اچھی ہے۔ میں ہفتہ کو واپس آؤں گی فقط

اشفاق النساء

گوالیار۔ فراشخانہ ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۵۲ھ

(۶)

بڑی بہن کا خط چھوٹی بہن کے نام

جاپان نشیمن

عزیزہ بلقیس بانو!

تمہارا خط ملا، جسے پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور رنج بھی ہوا۔ خوشی اس بات کی ہے۔ کہ تم نے بھائی کے لئے ایک خوبصورت سی دلہن تلاش کر لی ہے۔ اور وہ با سلیقہ ہنرمند اور خوش اخلاق ہے۔ اور رنج اس بات کا کہ محض اتنی سی بات کے لئے تم لوگ اسے چھوڑ دینے پر تلے ہوئے ہو کہ اُس کے ماں باپ بیچارے اسے اتنا جہیز نہیں دے سکتے جتنا کہ ہماری اماں کی خواہش ہے۔ عورت کی بدنصیبی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ خود ہم عورتیں ہی چاندی سونے کی ٹھکریوں کی خاطر سلیقہ شعار اور باہنر لڑکیوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ میں کہے دیتی ہوں کان کھول کر سُن لو کہ مجھے تو سگھڑ بھابی پسند آئے گی۔ چاہے وہ غریب ہو۔ ایسی لڑکی اگر مل رہی ہے۔ تو اسے خوشنصیبی سمجھو۔ وہی ہماری بھاوج بنے گی۔ ورنہ اماں سے کہہ دینا میں روٹھ جاؤں گی۔

تمہاری بہن

نسیمہ بانو۔ ۱۷ رجنوری ۱۹۳۹ء

(۷)
مومانی کا خط بھانجی کے نام

شہزادی بانو!

دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج یہاں ہے کل وہاں ہوگی۔ اسے اپنے گھر کی لونڈی سمجھنا! اور یہ خیال کر لینا کہ ہمیشہ ہاتھ باندھے ہمارے سامنے کھڑی رہے گی۔ جو عورتیں غریب ہیں اور تمہاری طرح چمکیلے گہنے اور بھڑکیلے کپڑے پہن کر تمہاری طرح نمود اور نمائش نہیں کر سکتیں اُنہیں اپنے سے کمتر سمجھنا اور اُن سے نفرت کرنا بڑا گناہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم وکیل صاحب کے ہاں جب شادی میں گئیں تو اُن کے پڑوس کی کچھ غریب لڑکیاں آکر اتفاق سے تمہارے قریب بیٹھ گئیں۔ مگر تم نے انہیں اپنے سے نیچے درجہ کا انسان سمجھا۔ اور اُن غریب لڑکیوں کا پاس بیٹھنا اپنی توہین جانا۔ اور اُن سے ہٹ کر دُور جا بیٹھیں۔ جیسے غریبی کوئی اڑ کر لگنے والی بیماری ہے۔ جو تم کو چمٹ جاتی۔

اسی تمکنت کے سبب میں نے تمہیں شہزادی بانو لکھا ہے۔ محمودہ اگر مان بھی لیا جائے کہ تم درجہ میں بڑی ہو اور وہ چھوٹی تھیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ تب بھی میں تم سے صرف ایک بات پوچھتی ہوں۔ اس کا جواب امید ہے کہ تم سے بن نہیں پڑے گا۔ اور تم خود اپنے دل میں قائل اور شرمندہ ہو جاؤ گی۔ مجھے تم سے جو سوال پوچھنا ہے وہ یہ ہے کہ کیا چاند کے نزدیک ستارے نہیں ہوتے،

تمہاری جواب کی منتظر
خالدہ خانم لاہور

انارکلی
۱۳ر جنوری ۱۹۳۷ء

(۸)

پھوپی کا خط بھتیجی کے نام

حویلی خواجہ میر دردؒ

دہلی۔ یکم شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ

پیاری قیصر، دعا

پچھلے ہفتہ مجھے برجیس دلہن کی شادی میں شریک ہونے کا موقعہ ملا وہاں میں یہ دیکھکر ششدر رہ گئی کہ تمہاری چھوٹی بہن صغریٰ فاطمہ انگریزی گون پہنے ہوئے تھی جس لباس میں دوپٹہ غائب ہو۔ سینہ اور باہیں کافی سے زیادہ کھلی ہوئی ہوں وہ ہندوستانی بیگمات کو کسی طرح زیب نہیں دے سکتا۔ انگریزوں نے ہندوستان پہ قبضہ کر کے پہلے تو ہمیں غلام بنایا۔ اور پھر غلامی کا یہ خیال ہمارے دماغوں میں کچھ اس طرح بسا دیا۔ کہ ہم ہر بات میں اُن کی نقل اچھی بات سمجھنے لگے۔

مگر پیاری قیصر سوچو یہ کچھ اچھی بات ہے؟ کہ ہم اپنی ہر بات اور اپنے ہر فعل سے اپنی غلامی کا خود ڈنکا پیٹتے پھریں۔ خدا نہ کرے ہماری عقل۔ پر ایسے پتھر پڑ جائیں کہ ہم معاملہ میں اس بیوقوفی کا اظہار کرنا کچھ ضروری سمجھیں تم نے کبھی کسی میم کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنے ملک کے لباس کی بجائے شلوار اور کرتا پہن کر دوپٹہ اوڑھا ہو یا کسی انگریز مرد نے کوٹ پتلون چھوڑ کر پائجامہ اور شیروانی پہنی ہو۔ مجھے یقین ہے۔ کہ تم اپنی چھوٹی بہن کو ضرور نصیحت کرو گی اور مجھے صغریٰ فاطمہ سے بھی امید ہے۔ کہ وہ آئندہ دوسروں کی نقل کرنے کی بجائے اپنے ملکی لباس ہی کو پسند کرے گی۔

والدعا۔

زاہدہ بیگم

(۹)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

چورنگی کلکتہ

۶ ر شوالِ المکرم ۱۳۳۹ھ

پیاری بیٹی!

عرصہ کے بعد عین انتظار میں تمہاری چھٹی ملی۔ مجھے یہ پڑھ کر بڑا دکھ ہوا کہ چوری۔ ہو جانے کے سبب طاہرہ باجی کا گھر تباہ ہو گیا۔ اور اُن پر ایسی مصیبت ٹوٹی کہ وُہ دانے دانے کو محتاج ہو گئیں، میں نے جب پڑھا کہ اِس ٹھر ٹھرلتے جاڑے میں وُہ باریک اور پھٹے پرانے کپڑوں میں بسر کر رہی ہیں۔ اور بعض اوقات اُنھیں کئی کئی وقت کے فاقے کرنے پڑتے ہیں تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لیکن یہ پڑھ کر کچھ ڈھارس ہوئی کہ تم سے جو کچھ بن پڑتا ہے اُن کے ساتھ سلوک کر رہی ہو۔

بیٹی ہمارا یہ اسلامی فرض ہے کہ اگر ہمارے عزیزوں اور رشتہ داروں میں کوئی مصیبت آن پڑے تو ہم سب سے پہلے اُس کی مدد کریں۔ خداوند کریم نے زکوٰۃ اور خیرات کے لئے بھی قرآن شریف میں یہی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دیتے وقت سب سے پہلے اپنے عزیزوں کو دو، اُن سے بچے تو یتیموں کو تقسیم کرو، اور اُن کے بعد مسکینوں کو بانٹ دو۔

میں پندرہ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج رہی ہوں، یہ اُنھیں پہنچا دینا۔ اور میرا نام قطعی نہ لینا۔ کیونکہ اِس سے ثواب جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ خیرات دو تو ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ فقط زیادہ دعا۔

(۱۰)

دادی کا خط پوتی کے نام

میری بچّی!

قرآن مجید شوق سے دیکھو۔ خوب دیکھو۔ بہت دیکھو۔ یہ تکلیفیں محض امتحان ہیں۔ ہر مسلمان کو ثابت قدمی سے اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے۔ خدا سے لو لگاؤ گی اور اس کے کلام پر دھیان دوگی تو دل کو بڑا سکون حاصل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ میں تمہیں اور کیا دعا دے سکتی ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ اطمینانِ قلب عطا کرے

زیب النساء بیگم میرٹھ

(۱۱)

نانی کا خط نواسی کے نام

گوالیار۔ فراش خانہ۔

پیاری اُمّت المبین، دعا

تمہارے باپ کے خط سے یہ معلوم ہو کر دلی خوشی ہوئی کہ تم نے قرآن شریف ختم کر لیا ہے۔ اور اردو بھی اس حد تک سیکھ لی ہے۔ کہ قرآن شریف کا ترجمہ سمجھ سکو خود تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا جو خط اس سے پہلے ملا تھا اسے دیکھ کر یہ اندازہ بھی ہوا

کہ تمہارا خط صاف ہے۔ اور تھوڑی سی کوشش کرو تو بہت خوشخط لکھ سکتی ہو

تمہاری یہ ترقی میری خوشی کا باعث ہے۔ میں تمہیں داد دیتی ہوں۔ سبحان اللہ کہتی

ہوں۔ ترقی و اطمینان کی دعا کرتی ہوں۔ اپنے باپ کو اور اماں کو میری دعا پہنچا دینا۔

۳ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ

نور النساء

(۱۲)

ماں کا خط بیٹی کے نام

میرے دل کی راحت! تمہارا لفافہ ملا۔ حال معلوم ہوا!

بیٹی رنج اور خوشی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان کو دلیری کے ساتھ

دکھ سہنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ ہمت اسی کا نام ہے کہ ہم دکھ اور رنج میں

بھی مسکرانے کا موقع نکال لیں۔ کسی شاعر نے کتنی صحیح بات کہی ہے

جو ہنس رہا ہے وہ ہنس چکے گا ۔۔۔ جو رو رہا ہے وہ رو چکے گا

سکون دل سے خدا خدا کر ۔۔۔ جو ہو رہا ہے وہ ہو چکے گا

آفتاب احمد کو پیار کرنا۔ اور وقتاً فوقتاً اپنی خیریت اور حالات سے اطلاع

دیتی رہنا۔

رام باغ دروازہ ۔۔۔ زینت بیگم

۸ فروری ۱۹۳۹ء ۔۔۔ امرتسر

(۱۳)
مُمانی کا خط بھانجی کے نام

مہر النساء بانو !

تم سے جدا ہو کر میں خیریت کے ساتھ گھر پہنچی ، اُن پندرہ دن میں جبکہ میں تمہارے گھر میں مہمان تھی ۔ تم نے جس سعادت مندی کے ساتھ میرا ادب و لحاظ کیا ۔ اور جس خاطر و مدارات کے ساتھ میری مہمان نوازی کی اُس کے لئے تم لائق تعریف ہو ۔ لیکن ایک چیز میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکی نوکروں کے ساتھ تمہارا سلوک بیحد سخت ہے ۔ سوسن بھی ہماری طرح ایک عورت ہی ہے ۔ صبح نماز کے وقت سے رات کے دس بجے تک تن دہی سے تمہاری ادنی سے ادنی خدمت کیا کرتی ہے ۔ تم نے مجھے خود اپنی زبان سے بتایا تھا ۔ کہ وُہ نیک بھی ہے اور ایماندار بھی ہے ۔ اور تمہارے قدیمی نمک خواروں میں ہے ۔ عرصہ سے تمہارے در پر پڑی ہوئی ہے ۔ اور امید یہ ہے کہ اپنے آخری سانسوں تک تمہاری چوکھٹ نہ چھوڑے گی ۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ اُس سے تمہاری بات چیت کا ڈھنگ بالکل نرالا ہے ۔ کوئی بات طنز اور طعنہ سے خالی نہیں ۔ جھڑکی اور سخت کلامی سے پیش آتی ہو ۔ یہ سب اس لئے کہ قدرت نے اُسے غریب بنایا ہے ۔ اور تمہاری نوکری کے لئے مجبور ہے ،

مگر نہیں مہرو ! تم جیسی لائق لڑکی کو جو اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ انتہا درجہ شیریں بیانی سے پیش آتی ہو ۔ اپنے ملازموں کے ساتھ تلخ کلامی برتنا زیبا نہیں ہے اور میری دلاری تمہیں یاد رکھنا چاہئے ، کہ ہمارے پیارے مذہب میں کفر کے بعد دل دُکھانا ،

سب سے بڑا گناہ ہے۔ غریب کی آہ عرش کو بھی ہلا دیتی ہے۔

امروہہ شاہی چبوترہ
طاہرہ بیگم ۲۱ مارچ ۱۹۵۹ء

(۱۴)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

کچہری روڈ گیا۔
۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء
تحسین فاطمہ!

بیٹی تمہارا تازہ خط ملا۔ اس سے پہلے بھی تمہارے کئی خطوں کے جواب کی قرضدار ہوں۔ کئی مہینہ سے امینہ کے ہاں دھنباد گئی ہوئی تھی۔ اُس کا بچہ بیمار تھا خدا کا شکر ہے اب آرام ہے۔ تمہارے خط یہیں گیا میں رکھے رہے۔ اب میں آئی تو ملے، اُنہیں پڑھنے سے معلوم ہُوا کہ تمہارے دشمن عرصہ سے بخار میں مبتلا ہیں۔ یہ تم نے فضول سمجھ لیا کہ یہ بیماری دق کی علامت ہے۔ اور تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ دِق لا علاج بیماری ہے۔ دنیا کی کوئی بیماری ایسی نہیں ہے۔ قدرت نے جس کا علاج نہ پیدا کیا ہو۔ تم ہراساں نہ ہو۔ لگ کر علاج کرو۔ اور پرہیز کا خیال رکھو۔ خدا نہ کرے تمہارا مرض ایسا نہیں ہے جس سے جانبری نہ ہوسکے، خدا رحیم بھی ہے اور علیم بھی ہے، میرے گڑگڑانے اور عاجزانہ دعاؤں سے ضرور رحم آئیگا۔

قمر النساء

(۱۵)

ماں کا خط بیٹی کے نام

گھنٹہ گھر - الہ آباد

۱۱، نومبر ۱۹۳۹ء

میری آنکھوں کی روشنی اقبال بانو!

تمہاری بڑی آپا عارفہ بانو کے خط میں یہ پڑھ کر مجھے دلی اطمینان ہوا کہ تم اپنے ششماہی امتحان کی بڑی سرگرمی سے تیاریاں کر رہی ہو۔ صبح منہ اندھیرے اٹھتی ہو اور رات گئے تک لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتی ہو، امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم اتنی ہی محنت کرتی رہو تو خدا چاہے تو بہت شاندار نمبروں سے پاس ہوگی۔

لیکن میری جان تعجب ہے اتنے معمولی امتحان کے لئے اس قدر سخت محنت کرنے والی لڑکی زندگی کے اُس سب سے بڑے امتحان سے کیوں غافل ہے جو قیامت کے روز حشر کے میدان میں دینا ہوگا۔ اس دن سورج سوا نیزے پر آ جائے گا اور اس کی تیزی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ اور ہر انسان کو اپنی اپنی جان کی پڑی ہوگی۔ اُس وقت نہ بہن تمہارے کام آوٗں گی اور نہ تمہارے ماں باپ تمہارا ساتھ دے سکیں گے۔ نفسی نفسی کا غل ہوگا۔ اور خدائے قہار و جبار کے حضور میں جب لرزاں اور ترساں انسان پیش ہوگا تو سب سے پہلے نماز کی پُرسش ہوگی۔

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ نماز کس قدر ضروری چیز ہے۔ اور یہ کتنا سخت فرض ہے۔ تم نماز

امتحان کی مصروفیت کے باعث

اور بھی زیادہ لاپرواہی برتنے لگی ہو۔ ایک معمولی سے امتحان کے لئے جب تم اتنی زبردست کوششیں کر رہی ہو۔ تو اُس سب سے بڑے امتحان کے لئے اس سے بھی زیادہ تیاریاں کرنی چاہییں۔ امید ہے میرے اس ضروری مشورے کو تم لوحِ دل پر نقش کر لوگی۔ اور ہمیشہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کروگی۔

خدا تمہیں نیکی دے اپنی محبت عطا کرے۔ والدعا!

طیبہ بیگم

(۱۶)

ماں کا خط بیٹی کے نام

مورخہ ۲۱۔۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

میرے جگر کے ٹکڑے خدا تجھے عمرِ خضر دے

بیٹی تمہارے خط نے میرے دل میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔ اور میرے روئیں روئیں نے تمہیں دعا دی۔ زکوٰۃ کے روپے تم نے جس طرح حساب جوڑ کر پائی پائی ادا کئے اس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے بیشک اس احتیاط کی تاکید فرمائی ہے۔ اور تم نے اپنے فرض کو پوری طرح ادا کیا ہے۔

خیرات کی تقسیم کے متعلق تم نے جو خواہش ظاہر کی ہے کہ وُہ روپیہ اصلی مستحقوں کو ہی ملنا چاہیئے تو میں اس سے اتفاق رکھتی ہوں۔ اسلام نے اسی لئے۔ بیت المال قائم کرنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ تمام مسلمانوں کا کل خیراتی روپیہ صرف اسی میں جمع ہو اور وہیں سے سچے ضرورتمندوں کو تقسیم کیا جائے۔ بیت المال قائم

ہوتا تو یہ ہزاروں فقیر جو گلی گلی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ اگر واقعی اپاہج ہوتے یا کسی اور مجبوری کے سبب مستحق قرار دیئے جاتے۔ تو گھر بیٹھے انہیں ٹکڑا مل جاتا اور جو چالاک اور ہٹے کٹے خواہ مخواہ مظلومیت کا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔ ایک کوڑی بھی نہ پا سکتے، مگر افسوس اس وقت اسلامی حکومت نہ ہونے کے سبب بیت المال قائم نہیں ہے۔ ہمارے لاکھوں بہن بھائی جو واقعی مستحق ہیں دانے دانے کو ترس رہے ہیں اور لاکھوں غیر مستحق ہم سے اُن کے مُنہ کا نوالہ جھپٹ کر لے جاتے ہیں۔

اسلام نے بھیک مانگنے کو سختی سے منع کیا ہے۔ مگر آج کوئی گلی کوچہ ایسا باقی نہیں رہا۔ جہاں مسلمان فقیر بھیک مانگتے ہوئے نظر نہ آتے ہوں اس لیے خیرات کی تعلیم کے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ پوری کوشش سے کام لینا چاہیئے کہ ہر پیسہ صرف مستحق کو ہی ملے۔ خیرات کا ایک عمدہ طریقہ یہ بھی ہے کہ اسلامی انجمنوں اور یتیم خانوں کو روپیہ بھیجا جائے، یہ قومی خیرات، خیرات ہے۔ اس طرح کوئی پائی پائی ضائع نہیں ہوتی ہے۔ اور سچے ضرورت مندوں کی حاجت روا ہوتی ہے۔

(۱) انجمن حمایت الاسلام لاہور (۲) جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

(۳) مدرسہ امینیہ دہلی (۴) مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ جس کی شاخ اب دہلی میں کھل گئی ہے۔ پورے طور پر اطمینان کے قابل ہیں۔ ان کے علاوہ شہر میں اور بھی مدرسہ اور یتیم خانے، زنانہ تعلیم گاہیں اور ہسپتال وغیرہ ہیں۔ جن کے متعلق تم خود بھی معلومات حاصل کر سکتی ہو۔

خوش رہو اور اپنے دولہا کو میری دُعا پہنچاؤ

محلہ انصاریان۔ پانی پت

تمہاری ماں
بتول بیگم

(۱۷)

اُستانی کا خط شاگرد کے نام

دیکھو بی عائشہ!

اب تم ماشاءاللہ ہوشیار ہوئیں اور اَب وہ وقت ختم ہوا جب میں روزانہ دو گھنٹے تمہیں انسان بنانے پر خرچ کرتی تھی، اَب لکھ پڑھ لینے کے بعد بھی تم بچّوں کی سی نادانی کرو تو یہ بیوقوفی ہے۔ حق ہمسایہ ماں کا جایا مثل مشہور ہے۔ مگر تم نے جو اپنی ہمسائی سے لڑائی مول لی اور طنز و طعنہ کی بوچھاڑ کی، یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے دشمن سے بھی شیریں کلامی کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ پھر وہ تو ہمسائی ہیں۔

مجھے تمہاری تلخ کلامی کا اتنا رنج تھا کہ میں تمہیں ہرگز خط نہ بھیجتی، مگر تمہاری بیماری کا حال سُنا تو رہا نہ گیا۔ موسم کی تبدیلی سے اکثر شکایت ہو جاتی ہے۔ کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔ خدا تمہارے اور بی ہمسائی کے بخار کو کھوئے۔ تمہارے جسم کا بخار تو چلا ہی جائے گا، دل کا بخار بھی نہ رہنا چاہیئے۔

حمیدہ بانو
صدر بازار۔ انبالہ
۱۰ / اگست ۱۹۳۶ء

(۱۸)

اُستانی کا خط شاگرد کے نام

۲۴ / ستمبر ۱۹۳۶ء

فہمیدہ بیگم!

یہ خط پڑھ کر شاید تم خفا ہو جاؤ اور میری تحریر تمہیں ناگوار گذرے اس لئے میں تمہیں محبّت اور پیار سے چمکار کر لکھتی ہوں۔ تمہارے کھیل کود اور لاپرواہی کے

دن ختم ہوئے۔ اب کچھ ہی دن میں تم پرائے گھر کی ہو جاؤ گی، سینے پرونے اور کھانا پکانے میں ہر سلیقہ مند لڑکی کو ہوشیار ہونا چاہیئے، اگر اس میں خامی رہ گئی تو خاندان کے نام پر بٹہ لگے گا۔ ماں باپ کی ناک کٹ جائے گی۔ اور اُستانی کا نام مٹی میں مل جائے گا۔ فرصت کا جو تھوڑا سا زمانہ رہ گیا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو، اور خانہ داری کے کاموں میں ایسا ہنر حاصل کرو کہ سسرال جاکر تم آنکھوں میں جگہ پاؤ، اور دلوں پر راج کرو۔ میری کڑوی کسیلی باتیں اگر تم نے دوا کی طرح پی لیں، تو یہ تمہیں کندن بنا دیں گی

افسری بیگم

(۱۹)

اُستانی کا خط شاگرد کے نام

واہ بھئی حسن بانو!

مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نینی تال پہونچکر اتنی بدل جاؤ گی۔ غضب خدا کا صبح سویرے سے پہلے اٹھنے کا نام نہیں لیتیں۔ تین گھنٹے دن چڑھے جب اُٹھو گی تو صبح کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت تو بس ہو چکی۔ مفت میں جو یہ ثواب ملتا تھا وہ بھی کھویا اور عذاب الگ مول لیا۔

سویرے اٹھنے سے تندرستی اچھی رہتی ہے۔ اور طبیعت دن بھر ہشاش بشاش رہتی ہے۔ ذرا سوچو تھوڑی سی غفلت سے تم کتنا نقصان کر رہی ہو

مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں تم کو خط پہ خط بھیجوں۔ مگر پھر بھی اوپر تلے یہ جو کئی خط بھیجے، اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہیں خط و کتابت کی مشق ہو اور مضمون نگاری کا

سلیقہ آئے۔ گو میں جہاں بھی ہوں وہیں رہوں گی۔

فہمیدہ بیگم۔ ۱۳ مارچ ۱۹۳۷ء بازار تحصیل بولی

(۲۰)

ماں کا خط بیٹی کے نام

شاداں خدا تمہیں شاد رکھے۔

بیٹی شب برات کے مہینے میں تمہارا خط آیا تھا۔ کہ تم زکوٰۃ کے روپے رمضان میں بھیجو گی۔ شوال، ذیقعد، ذی الحجہ، آج محرم کی ۱۳ تاریخ ہے۔ نہ معلوم رمضان کس مہینے کا نام ہے۔ پہلے تو عید سے پہلے کو رمضان کہتے تھے۔ تمہاری یہ غفلت مجھے کسی آن نہیں بھاتی۔ تمہاری غریب استانی کئی پھیرے کر چکی ہیں۔ اور آس لگائے بیٹھی ہیں۔ خدا نے تم پر جو فرائض عاید کئے ہیں تم اُن سے بہت لاپرواہ ہو۔ لیکن خدا بھی اگر ہماری نافرمانیوں کے سبب ہم سے لاپروا ہو جائے۔ تو جانتی ہو ہمارا کیا حشر ہوگا۔

لئیق النسار
لکھنؤ

چار باغ
۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

۲۱

نانی کا خط نواسی کے نام

یاسمین بانو!

خط تمہارا ملا۔ حال معلوم ہوا، میں اپنا حال کیا لکھوں، یہ ساون کا مہینہ پورا یونہی بیت گیا، نام کو بھی مینھ کی ایک بوند نہ برسی گرمی اس غضب کی ہے کہ

جینا وبال ہے ۔ آگ برس رہی ہے ۔ اس گرمی نے میرا اور بھی ڈھیر کر دیا ہے ۔ غذا کی حالت یہ ہے کہ پہلے نوالوں تک محدود تھی اب ماشوں پر ہے ۔ زندگی کی توقع پہلے اگر دنوں پر تھی تو اب گھنٹوں پر ہے ۔ آج نہیں تو کل تم لوگ سن لو گے کہ بڈھی ماں چل بسیں اور خطوں کے اس تھوڑے بہت سلسلہ سے جو میری زبردستی سے چل رہا ہے ۔ تمہیں نجات مل جائے گی ۔ اس لئے چند دن جو میری زندگی کے باقی ہیں ۔ اُس میں تو مجھے اپنے خط کی راہ نہ دکھایا کرو ۔ تمہارا خط نہیں آتا تو مجھے بے چینی ہوتی ہے ۔ میری بے چینی تمہیں کیوں پسند نا ہے ؟

حمیدہ بیگم

۱۴ مارچ ۱۹۵۵ء چوک الہ آباد

(۲۲)

مومانی کا خط بھانجی کے نام

سلام بھانجی صاحبہ!

ہاں مجھے تو سلام کرنا ہی پڑے گا ۔ عمر میں نہ سہی عقل میں تو تم بڑی ہو سب سے بڑی اور یہ خاندان میں چند بزرگ دکھائی دیتے ہیں جن میں مردوں کی سفید برف سی ڈاڑھیاں ہیں ۔ اور عورتوں کے سفید دودھ سے چونڈے ہیں ۔ یہ سب تمہارے سامنے جاہل محض ہیں ۔ اور ان سب نے اپنے بال دھوپ میں سفید کئے ہیں ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اپنی عقل کے آگے ان سب کے مشوروں کو نہ ٹھکراتیں اور تجربوں کو غلط نہ مانتیں ۔

بی رابعہ قرض کے نیچے بری طرح دبی ہوئی ہیں ۔ وہ قرض کے سبب سے بے حد فکر مند ہیں ۔ اور وہ قرض کی پریشانیوں سے بیمار پڑ گئی ہیں ۔ ہمیں کیا ، ہم کون ؟ اور ہم

ہیں کس گنتی ہیں۔ لیکن سُنتے سُنتے جب کان پک گئے تو آخر آج میں نے مجبور ہو کر قلم اُٹھایا ہے۔ اور اب خواہ کئی صفحہ سیاہ ہو جائیں۔ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر ہی رہوں گی۔ چاہے تم اس سے کوئی سبق حاصل کرو چاہے اِسے پاگل کی بڑ جانو،

تم نے رئیس احمد سلمہٗ کے ہونے میں پیسے کو جس بُری طرح بہایا اور جن واہی تباہی رسموں کو دھوم دھام سے ادا کیا، اور جن خلافِ شریعت رواجوں کو آن بان سے پورا کیا۔ وہ سب باتیں تباہ کن تھیں۔ خلافِ مذہب تھیں۔ اور از سرتاپا لغویت سے پُر تھیں اور پھر طرہ یہ ہے کہ تمہارے پاس جتنی رقم تھی اِس پر ہی تم نے بس نہیں کیا بلکہ قرض کا پھندہ اپنے گلے میں ڈال کر اپنی تباہی کے اُن سامانوں کو جوش و خروش سے پورا کرتی رہیں۔ بڑے بوڑھوں نے سمجھایا بھی تو تم نے توجہ نہ کی۔

وہ قرض ابھی اُترنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ عزیزم جمیل الدین کے انتقال پر تم نے۔ امیرانہ ٹھاٹھ کی پھر نمائش کی۔ گویا موت بھی ایک قسم کی شادی ہے۔ وہ عورتیں جو اپنی شاہانہ آن بان سے دُوسروں پر خواہ مخواہ کا رعب گانٹھنا چاہتی ہیں۔ اپنے کرّ و فر کے اظہار کے لیئے شاید مناسب وقت کا انتظار نہیں کر سکتیں۔ شادی کا موقعہ ہو یا دفن کفن کا غم انگیز حادثہ ہو۔ وہ نام و نمود کیلئے دھوم دھام سے ہر رسم و رواج کو پورا کرتی ہیں۔ بی رابعہ انہیں میں تم بھی شریک ہو، بلکہ میں تو کہوں گی کہ تم اُن سے بھی آگے ہو کہ۔ تمہارے پاس خرچہ نہ تھا۔ تو قرض لے کر سب رسموں کو نہایت شان و شوکت سے ادا کیا۔ پھر قرض بھی ایسی حالت میں لیا کہ پچھلا قرض پہلے ہی سر پر موجود تھا۔ گویا گلے میں پہلے ہی جو پھانسی پڑی ہوئی تھی اُس کے پھندے کو خود اپنے ہاتھوں سے تنگ کرنے کی کوشش کی۔ افسوس تم نے یہ یاد نہیں رکھا کہ تم اُن ماں باپ کی بیٹی ہو جو صبح قرضدار

اٹھنے سے کہیں زیادہ یہ بہتر سمجھتے تھے کہ بھوکے سو رہیں۔

پھر تم نے رشک منیر کی جب شادی رچائی تو اس موقع پر بھی بیدھڑک، پیسے کو لٹایا۔ نام و عزت کی خاطر عجیب عجیب رسمیں ادا کیں۔ اور جہیز دینے میں تو شاید تم نے سب کو اپنے سے پیچھے چھوڑ دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تاکہ عزت ہو، نام ہو، توقیر ہو۔ چاہے بعد میں ہاتھ تنگ رہے بچے پیسے کو ترسیں، اور تم خود ضروریات کے لئے دوسروں کا منہ تکو۔

عورتیں اپنی لڑکیوں کو شاید اس لئے زیادہ جہیز دیتی ہیں۔ کہ شہر میں اُن کی ہمّت اور دولت کے جھنڈے گڑ جائیں۔ مگر وہ نادان یہ نہیں جانتیں کہ اس قسم کے تماشے تو اس دُنیا میں روز ہوتے ہیں۔ اور روز بھلا دیئے جاتے ہیں۔

اس شاہانہ جہیز کو فراہم کرنے کے لئے بھی تمہیں مہاجن کا سہارا لینا پڑا اور تمہاری نادانی اور کم فہمی نے اس قرض کو خطرناک حد تک بڑھا لیا۔ اور پیسے کی قدر اب ہوئی جب ہاتھ خالی رہ گیا، سوائے اس کے کہ خوشی کا وقت ہو یا غم کا ہو ایک پیسہ فضول مت خرچ کرو۔ اور اب یہ بتاؤ کہ تم نے اس قرض کی بلا سے نجات پانے کی کونسی صورت سوچی ہے۔ والدعا

صالحہ بیگم
جھانسی

خاتون منزل۔ ۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ

(۲۳)

پھپھی کا خط بھتیجی کے نام

محبوب فاطمہ عمر دراز ہو!

میں جب علیگڑھ سے واپس آنے کے لئے اسٹیشن جا رہی تھی تو تانگہ میں بیٹھتے وقت میں نے دیکھا کہ تم سعید آماما کی چھوٹی لڑکی چمیلی سے باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے سنا کہ تم اُسے اللہ میاں کی بابت بتا رہی تھیں کہ وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور وہ ہمیشہ رہے گا۔

مگر جب اُس نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو معلوم نہیں تم نے کیا جواب دیا کیونکہ اس وقت میں تانگہ میں بیٹھ چکی تھیں۔ اور تمہاری آواز وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ مگر میں سمجھتی ہوں کہ ہر مسلمان بچی اس کا جواب دے سکتی ہے۔ اور تم نے بھی ضرور دیا ہوگا۔ کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ جس طرح خوشبو پھول میں موجود ہوتی ہے لیکن دکھائی نہیں دیتی اسی طرح خدا ذرے ذرے میں موجود ہے اور کوئی چیز اس کے جلوے سے خالی نہیں ہے۔ گھاس کی پتی، اوس کی ہر بوند، ہوا کے ہر جھونکے بادل کے ہر ٹکڑے اور زمین کے ہر ذرے سے خدا کے وجود کی شہادت ملتی ہے۔ جس طرح سورج ہر وقت سامنے ہے۔ لیکن اس کی طرف دیکھنا ناممکن ہے۔ اسی طرح خدا کے جلوے کو یہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

محبوب پیاری میں تم سے بہت خوش ہوں کہ تم پڑھنے لکھنے میں شوق رکھتی

ہو، اور جو کچھ پڑھتی ہو یاد رکھتی ہو۔

فتح گڈھ لائن
جبل پور (سی-پی)

آصفہ بیگم
۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء

(۲۴)

پھوپھی کا خط بھتیجی کے نام

بدر النساء، بیٹی

تمہارا خط آیا۔ خوشی ہوئی کہ تم نماز کی پابندی کا بڑا خیال رکھتی ہو، فجر اور عشا کی نمازیں بھی قضا نہیں ہونے دیتیں۔ سُنا تھا کہ جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں وہ خدا کی برتری کے اقراری ہوتے ہیں۔ اور اپنی کمزوری کا اُنھیں یقین ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی اور نرمی کا سلوک کرتے ہیں۔ لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تمہاری حالت اِس سے مختلف ہے۔ نماز پڑھتی ہو لیکن دوسروں کی غیبت سے بھی تمہیں فرصت نہیں، اپنے خط میں تم نے بعض لوگوں کا ذکر کس قدر حقارت کے ساتھ کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں اُن سے دلی نفرت ہے۔ مگر پیاری بدرا اگر خدا کی مخلوق سے نفرت کروگی تو خدا بھی تم سے محبّت نہیں کرے گا۔

ثریا بیگم جے پور
جوہری بازار۔ ۱۸ جنوری ۱۹۴۸ء

(۲۵)

موممانی کا خط بھانجی کے نام

عارفہ، صاحب نصیب رہو!

مجھے چند روز جو تمہارے پاس رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ماشااللہ تم تعلیم میں ترقی کر رہی ہو۔ اور تمہاری لیاقت بہت عمدہ ہے۔ لیکن بات بات پر قسم کھا کر یقین دلانے کی بری عادت میرے دل کو بری طرح کھٹکی

عابدہ بیگم پٹنہ، چوہٹہ ۶، دسمبر ۱۹۳۸ء

(۲۶)

ماں کا خط بیٹی کے نام

نورالعین عالم آراء

تمہارا خط آنے سے دل کو عجیب راحت ہوئی۔ کئی ہفتہ سے تمہاری کوئی خیر خبر نہیں ملی تھی۔ اس لئے دل کو پریشانی تھی۔ تم نے اپنے خط میں جس درویش عورت کی تعریف کی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اسی تعریف کی مستحق ہوں۔ لیکن آجکل ایسی فریبی اور مکار عورتوں کی بھی کمی نہیں۔ جو پردہ نشین عورتوں کو طرح طرح سے فریب دینے اور لوٹنے کے لئے فقیر اور درویش عورتوں کے بھیس بدل لیتی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ سچے فقیر اور درویش کی پہچان یہ ہے۔ کہ وہ جب نہ پائے تو چپ رہے۔ اور جب پا بھی جائے تو دوسرے حقداروں

روتے بلکتے ہوئے معصوم بچوں کے رونے دھونے کی پرواہ نہ کرو۔ مگر یہ ایسا ظلم ہے۔ کہ اس پر عرش بھی لرز جائے گا۔ میری عزیز بیٹی تم محض اپنے بہناپے کے سبب ظالم کا ساتھ دینے لگیں۔ اور یہ بھول گئیں کہ زندگی پھول کی مانند ہے۔ نرم و نازک پھول جو گرم ہوا کے ایک جھونکے سے مرجھا جاتا ہے۔ ایک حباب ہے۔ جسے پانی کی ایک لہر فنا کر دیتی ہے۔ اور پھر آج مرے کل دوسرا دن۔ کوئی نام لینے والا بھی باقی نہیں رہتا، لیکن نیک اعمال ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا کہ مرنے کے بعد بھی لوگ تمہیں دل سے دعا دیں۔

زبیدہ خانم

۴ رمضان سنہ ۱۳۶۷ھ

اختر منزل

پیلی بھیت

(۲۸)

نانی کا خط نواسی کے نام

کاظمہ جیتی رہو!

تم دو میاں بیوی اور دو ننھے ننھے بچے، تیس روپے ماہوار کی آمدنی تمہارے لئے کم نہیں ہے۔ تم سگھڑ پنے سے گھر چلاؤ تو اس میں سے بھی کچھ بچا سکتی ہو۔ اگر تم دوسروں کے ریشمی کپڑوں پر للچائی ہوئی نظریں نہ ڈالیں اور ہماری زبان کو مرغن غذاؤں کا مزا نہ پڑا ہوا ہو تو ہماری بہن پچیس تیس روپے میں بخوبی گھر چلا سکتی ہے۔ رہن سہن کی ضروریات کو جتنا بڑھاؤ بڑھتی جائیں گی۔ اور جتنا گھٹاؤ گھٹتی جائیں گی۔ اس لئے صرف انتہائی ضروری چیزوں پر قناعت کرو، انشاء اللہ ہمیشہ مفلسی سے محفوظ رہو گی

۸ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء

رشیدہ بیگم۔ گورکھپور، میاں بازار

کو اپنے پر افضل سمجھے۔ فقیر وہ نہیں ہے۔ جس کا ہاتھ صرف دولت سے خالی ہو۔ بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل بھی مرادوں سے خالی ہو۔ اور یہ بھی یاد رکھو جو سچا فقیر ہوگا۔ وہ کبھی امیر کے دروازے پر نہیں آئے گا۔

امتیاز النساء

بانکی پور پٹنہ، نیا ٹولہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۳۷ء

(۲۷)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

نعیمہ خدا تمہیں عقل سلیم دے!

تُو اب کے برسات کیا آئی خدا کا قہر آیا، شہر میں کوڑیوں گھر ڈھے گئے اور ایسا تو ایک بھی نہیں بچا جو چھلنی کی طرح ٹپک رہا ہو۔ آٹھ آٹھ دن جھڑی لگی رہتی ہے اور ہفتوں سورج نہیں نکلتا۔ اور پھر سردی اس بلا کی ہے کہ خدا کی پناہ لحاف سے ہاتھ نہیں نکالا جاتا۔ بغیر انگیٹھی کے گذارا نہیں۔ اس میں بھی سُنا ہے کہ تمہاری منہ بولی بہن نسیمہ نے غریب سعیدا کو نوٹس دیا ہے۔ کہ وہ مکان خالی کر دے اور یہ شاید اس لئے کہ اُنہیں اپنی کسی سہیلی کے لئے مکان کی ضرورت ہے، نوٹس کے علاوہ یوں بھی اس دکھیاری پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ آٹھ روز میں مکان خالی نہ کیا تو سامان گلی میں پھینک دیا جائے گا۔ اور اس ظلم میں تم برابر کی شریک ہو، اس لئے کہ نسیمہ تمہاری منہ بولی بہن ہیں۔ اور پیاری سہیلی ہیں۔ اور وہ بیچاری سعیدا غریب ہے اور لاوارث ہے۔ مگر پیاری نعیمہ جس کا کوئی نہیں ہوتا اُس کا خدا ہوتا ہے، تم اس برستی برسات میں اس کا سامان پھینک دینے کے ارادے کرو، اور اس کے

(۲۹)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

عقیلہ! خدا تمہیں عقلِ صحیح دے!

میری صحت اب درست ہے، مگر فرحت بیمار رہے، پھر بھی کسی نہ کسی طرح تمہیں خط لکھنے کا وقت نکالا ہے۔ میں نے تمہارے ہاں دیکھا خرچ بہت اندھا دھند اُٹھتا ہے، اور مہینے کے آخری ہفتہ میں تمہارا ہاتھ تنگ ہو جاتا ہے اگر تم اپنی آمدنی کو جانچ کر مہینہ بھر کی ضروریات کی ایک فہرست بنا لو کہ فلاں مد میں اتنا خرچ کرنا ہے۔ تو مہینہ کے آخری دن تک تمہارا ہاتھ تنگ نہیں ہو سکتا، روزانہ خرچ کا حساب لکھنا بھی ہر گھر کے لئے ضروری ہے۔ جو عورت حساب نہیں رکھتی وہ اپنے گھر کی سلطنت کا انتظام کیا خاک کرے گی۔ روزانہ حساب لکھا جائے اور مہینہ کے آخر میں اس پر نظر ڈالی جائے تو ایک نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ کون سے اخراجات بے ضرورت ہیں۔ اور پھر آسانی کے ساتھ ان فضول خرچوں کو کم کیا جا سکے گا۔ غلطی سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا۔ اب عمل کرو یا نہ کرو۔ یہ تمہاری مرضی۔

امت الرسول

دریا آباد

(۳۰)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

سلیمہ خدا تمہیں عقلِ سلیم دے!

تمہاری بچی کی شادی دنیا سے کچھ نرالی ہے، تمہیں اس قدر گھبراہٹ اور پریشانی کیوں ہے۔ سب انتظام بخوبی ہوجائیں گے، تمہارے شوہر سچ کہتے ہیں کہ برات کو دعوت دینی فرض نہیں ہے۔ پھر تم تو نعیمہ کی شادی شہر کے شہر میں کر رہی ہو۔ عصر اور مغرب کے درمیان برات آئے اور اسی وقت نکاح ہوجائے۔ برات کی دعوت نہ کرنے سے تمہیں ناک کٹ جانے کا جو خطرہ ہے اس سے مجھے آج معلوم ہوا کہ تمہاری ناک اس قدر ادھر ہے اور موم سے جڑی ہوئی ہے۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ چاہے گھر نیلام ہوجائے، لیکن کسی رسم میں کمی نہ ہو۔ کچھ تم ہی پر موقوف نہیں آج بہت سی بہنیں جن کی حالت یہ ہے کہ مذہبی فرائض پورے نہ ہوں تو ان کی بلا سے لیکن کسی رسم کا ترک کر دینا اُن کے لئے قیامت ہے، تمہاری اس بیجا ہٹ سے اگر تمہارے شوہر کو کوئی دشواری پیش آئی تو یہ تمہاری بدسلیقگی ہے۔ تمہیں چادر کو دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہییں۔ اور اگر تم طعن توڑو کہ جب چادر ہی اتنی ہے۔ کہ پیر پھیلاتا تو ایک طرف منہ چھپانے کے لئے بھی کافی نہ ہو تو اوڑھنے والی کی کیا خطا۔ تو بس تمہیں بتاؤں گی کہ خدا کی ایسی مخلوق بھی ہے۔ جو چادر میسر نہ ہونے آگ کی گرمی سے موسم کی سردی کا مقابلہ کر لیتی ہے۔

اور مجھ سے پوچھو تو برات کی دعوت کی یہ رسم اس طرح مٹا ڈالنی چاہئے

جس طرح غلط حروف کو سلیٹ پر سے مٹا دیا جاتا ہے۔ مرے کو مارے شاہ مدار لڑکی والا تو خرچ سے ویسے ہی پسپا ہو جاتا ہے۔ دعوت کا یہ خرچ اور خوفناک فنا کر دیتا ہے۔ ولیمہ کی دعوت البتہ کی جا سکتی ہے کہ وہ حضور کی سنت ہے۔

اشرف زمانی بیگم

اندور ۱۲ رجون ۱۹۵۵ء

(۳۱)

پھوپھی کا خط بھتیجی کے نام

پرویز بانو!

میں یہ سُن کر حیران رہ گئی کہ پکانے رِندھنے سینے پرونے اور گھر کے کام دھندوں پر تم پوری طرح چھائی ہوئی نہیں ہو۔ اور ہر کام کو پورے طور پر انجام دینے کیلئے دوسروں کی محتاج ہو۔ پرویز ماشاءاللہ اب تم سیانی ہوئیں کل کو اپنے گھر کی ہو جاؤ گی باپ کا گھر کسی لڑکی کا اصلی گھر نہیں ہوتا۔ یہ گھر تمہارے لئے عارضی سرائے ہے۔ اور شادی سے پہلے کی یہ موجودہ زندگی صرف ایک رات کے برابر ہے۔ جس کے بعد صبح کا نمودار ہونا لازمی ہے۔ خانہ داری کے ہر پہلو کو اب اچھی طرح سمجھ لو اور جو سیکھنا ہے اس کا تجربہ کر کے دیکھ لو۔ تاکہ کوئی منزل ایسی نہ رہ جائے جس سے تم آگاہ نہ ہو۔ ورنہ اس وقت اپنی اس غفلت پر لعنت کرو گی۔ اور ماں باپ کی اس حد سے بڑھی محبت کو قابلِ اعتراض سمجھو گی۔

محنت کتنی ہی تلخ ہو لیکن اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے، مالی کو دیکھو چلچلاتی گرمی میں اپنے باغ کے لئے جو جو تکلیفیں سہتا ہے۔ اس سے زیادہ اُس کے پھلوں سے

لذت حاصل کرتا ہے۔ وہی باغ جس کے لئے اس نے پہلے دھوپ کی تپش اور لو کی تیزی برداشت کی تھی۔ آخر کار اس کے لئے باغ رحمت اور گلزار ارم بن جاتا ہے۔

پر دیز تم اس خاندان کی چشم چراغ ہو۔ جس کے کانوں نے آجتک غیروں کے طعنے نہیں سنے، دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو تمہاری وجہ سے خاندان کو بٹہ لگے۔

تمہاری پھوپی
زبدۃ النساء بیگم

(۳۲)

پھوپھی کی طرف سے بھتیجی کے نام

شہناز!

تم بڑی بیدرد ہو۔ اور بہت ہی بدگمان ہو۔ یہ سمجھ لیتی ہو کہ خدانخواستہ میں تم سے آزردہ ہوں۔ میں تمہیں کبھی بھول سکتی ہوں؟ ناخنوں سے بھی کبھی گوشت جدا ہوا ہے۔؟ آج صبح تمہارا خط آیا۔ دوپہر کو تمہیں جواب لکھ رہی ہوں۔ تمہاری پریشان حالی سے دل کڑھا۔ خدا تمہیں اس امتحان میں کامیاب کرے، اور رہتی دنیا تک خوشحالی اور کامرانی کے ساتھ زندہ رکھے،

ساس نندوں کے طعنے اور چٹکیاں بدنصیب ہندوستان کے کس گھر میں نہیں ہیں۔؟ اس معاملہ میں ہمارا طرز زندگی حد درجہ خراب ہے۔ اور اصلاح کا حد درجہ محتاج ہے۔ حیرت یہ ہے۔ کہ سسرال والوں کے اس تلخ اور غیر خوشگوار رویہ پر سب ہی نالاں ہیں۔ لیکن پھر بھی آج تک کسی نے اس ظلم وستم کو مٹانے کا

بیڑا نہیں اٹھایا۔ اور تعجب ہوتا ہے۔ کہ جو دلہنیں آج سسرال میں کڑھتی اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی ہیں، کل جب وہی بچوں والی ہوتی ہیں۔ اور اپنے بچوں کی دلہنیں بیاہ کر لاتی ہیں۔ تو وہ اپنی بہوؤں سے اس سے بھی زیادہ برا سلوک روا رکھتی ہیں۔ لیکن اب عورتیں زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو رہی ہیں۔ امید ہے کہ وہ جب ساسوں کا رتبہ حاصل کریں گی تو یہ جاہلانہ طرزِ عمل اور دل دکھانے والی باتیں خود بخود مٹ جائیں گی۔

یہ مان لینے کے بعد بھی کہ ہمارے ہاں سسرال کی زندگی جیل خانے کے عذاب سے بھی بدتر ہے مجھے امید ہے کہ نسوانی ذکاوت اور خداداد ذہانت سے کام لیتے ہوئے تم اس کٹھن منزل کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کر لو گی۔ خدمت گزاری اور شیریں زبانی میں دوسروں کو جیتنے اور اپنا بنانے کی زبردست طاقت پوشیدہ ہے۔ عقلمندی سے کامیابی کے اس ہنر کو سیکھ لو، پھر عمر بھر تم ان سب پر راج کرو گی۔

آسائش بانو

دھول پور

(۳۳)

ممانی کا خط بھانجی کے نام

عزیزہ

پرسوں محفلِ میلاد میں جب رسولِ مقبول کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی دیکھے، بیشک مسلمان وہی ہے جس کا دل

حضورؐ کی محبت سے لبریز ہو۔ میرا بس چلتا تو ان موتیوں کی مالا بنا کر اپنے سینے سے لگائے رکھتی۔ شاید تمھیں معلوم نہ ہو کہ ایسے بیش بہا موتیوں کی قیمت دُنیا کا کوئی خزانہ ادا نہیں کر سکتا۔ خدا خود بھی حضور رسولِ مقبولؐ سے محبت کرتا ہے جب دُنیا میں کفر کا اندھیرا چھا گیا اور کوئی دل ایسا نہ بچا جو اللہ کی یاد میں بیقرار ہو، اور کوئی آنکھ ایسی نہ رہی جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے تو خدا نے اپنے محبوب ہی کو دنیا میں اس بدترین حالت کو سنبھالنے کے لئے انتخاب کیا۔ محبوبِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو بتایا کہ خدا ایک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے آپ نے بتوں کی پوجا سے منع کیا، سچ بولنے کی ہدایت فرمائی، غریبوں مسکینوں، یتیموں اور محتاجوں سے ہمدردی کرنے کی تلقین کی، امانت میں خیانت کرنے سے روکا اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تاکید کی اسی شمعِ اسلام کی روشنی سے دُنیا میں اُجالا ہوا، مخلوق نے خدا کو پہچانا اور اُس کی وحدانیت کو تسلیم کیا۔۔ خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جن کے دل تاجدارِ دوعالمؐ کی محبت سے لبریز ہیں۔

چھپرہ۔ ۱۲ر مئی ۱۹۳۸ء

محمودہ بیگم

(۳۴)

دادی کا خط پوتی کے نام

میری آنکھوں کی روشنی ۔ روشن آرا ر

لگے برس شب برات کا حلوہ تمہیں کچھ راس نہ آیا ، طبیعت خرا
ہوئی اور ایسی خراب کہ عید کی چاند رات تک سنبھالے نہ سنبھلی ، اب دور
بعد پھر رمضان شریف آرہے ہیں یقین ہے کہ تمہاری طبیعت پھر خرا
ہو چکی ہوگی اور عید سے پہلے کسی طرح بھی مرض سے چھٹکارا نہ ہوگا ۔ تم
سب کو فریب دے کر ۔ مگر خدا کو کس طرح دھوکا دوگی ۔ رمضان
روزے فرض ہیں اور انھیں چھوڑنا گناہ ہے ، اور گناہ ایک نا
کی طرح ہے اس سے نہ بچوگی تو یہ ناسور بڑھتا ہی رہے گا ۔

زینت النسا بیگم
۲۸ شعبان المعظم ۵۹ھ

اسلام پورہ
لاہور

برابر والیوں کے نام

(۱)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

جون پور
۱۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء

پیاری اختر!

تمہارا محبت نامہ ملا۔ دہلی کی طرف میرے دل کی کشش بہت زور ہے ایک تو وہ ہندوستان کا دل ہے، دوسرے میری پیاری سہیلی اختر بھی وہیں رہتی ہے اس لئے دہلی مجھے کیوں نہ پیاری ہو۔ خط نہ بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ ننھی نسیم بیمار تھی سردی لگ گئی تھی اور ڈاکٹروں نے تو ڈرا ہی دیا تھا مگر خدا بڑا کارساز ہے اُس نے میری سُن لی اور میری ننھی سی مینا چہچہانے لگی۔

اصغر پر پیار آیا، دیکھنے کو جی چاہا۔ خدا اچھی اٹھان اٹھائے اور عمر دراز کرے۔ سبا کو سلام۔ خط جلدی بھیجنا۔

تمہاری طلعت

(۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

پیاری بہن!

بہت انتظار کے بعد تمہارا خط آیا - اس سے پہلے جو لفافہ آیا تھا اس سے قمر کی بیماری کا حال معلوم ہو چکا تھا مگر اس خط نے تو جی ہلا دیا، ایک ایک لفظ غم میں ڈوبا ہوا ہے مگر میری اچھی بہن اس طرح ہراساں نہ ہو اپنے کمزور دل کو مطمئن کرو خدا ہماری دعاؤں کو سنے گا اور انشاء اللہ قمر ضرور اچھی ہو جائیں گی اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مریضہ کی تیمارداری پر توجہ کی جائے اور یہ اسی وقت ہو گا جب کہ تم اپنی بے کلی اور بیقراری پر قابو پا لو گی -

نرگس

ٹلیا محل دہلی

۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

(۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دلشاد پیاری

رات زیادہ جا چکی ہے نیند کا ہجوم ہے آنکھیں خمار میں جھکی پڑتی ہیں

مگر میں نے بھی دل میں ٹھان لی ہے کہ تمہیں اسی وقت خط لکھ کر رہوں گی۔

کئی روز سے سوچ رہی تھی کہ تمہیں خط لکھوں مگر دن میں گھر کے دھندوں سے فرصت نہیں ملتی جس کام کو ماما پر چھوڑ دوں دل کو نہیں لگتا کوئی نہ کوئی خامی اور کوئی نہ کوئی عیب ضرور رہ جاتا ہے، اس لئے میں تو ماما کے ہونے بھی ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں اور تم دلشاد بانو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ شہزادی ہی تخت پر بیٹھی رہتی ہو اور سب کام نوکروں پر ہی چھوڑ دیتے ہوں اگر ایسا ہے تو تمہاری سلطنت کے انتظامات کا خدا ہی حافظ ہے۔

اچھا یہ بتاؤ تمہارے مزاج کیسے ہیں، پہلے وقتوں میں خط کے شروع میں لکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا کہ یہاں خیریت ہے اور تمہاری خیریت نیک مطلوب اور میں نے آخر میں تمہاری مزاج پرسی کی ہے۔

حیدر آباد دکن
پتھر گٹی

نورالنہار
۷ر فروری سنہ ۱۹۴۰ء

(۴۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شملہ۔ دل کشا منزل

گل رُخ بانو

تم سے تمہارا خط اچھا ہے جو میرے پاس آتا ہے اور تمہاری یاد تازہ کرتا ہے، تمہیں کتنی مرتبہ لکھ چکی ہوں کہ ایک دو دن کے لئے میرے پاس ہو جا

مگر کیا مجال جو کبھی بات مانو مگر یہ سمجھ لینا کہ میں خفا ہو گئی تو منانا مشکل ہو جائے گا، اچھا میری بہن اب بتاؤ کب آؤ گی۔

جواب کا انتظار ہے اور جواب سے زیادہ تمہارا

لطیفہ بانو

۸ جون سنہ ۱۹۳۹ء

(۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

مراد آباد

چھپتہ بازار

پیاری لطیفہ!

میں اکثر سوچا کرتی ہوں کہ تم مجھ کو زیادہ پسند کرتی ہو یا میں تم کو زیادہ پسند کرتی ہوں، تم کو مجھ سے زیادہ محبت ہے یا مجھ کو تم سے زیادہ محبت ہے، تم کو میری جدائی زیادہ ناگوار ہے یا مجھ کو تمہاری جدائی زیادہ ناگوار ہے، مگر کبھی کوئی فیصلہ نہ کر سکی، اور فیصلہ نہ کرنے پر خوش ہوں، کیوں کہ ہم دونوں کو ہی زیادہ محبت ہے نہ مجھے کم ہے نہ کہہ سکتی ہوں کہ تمھیں کم ہے، مگر تمہارا خط جو آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے بلاوے کو ٹال رہی ہوں حالانکہ کون بشر ہے جو شملہ کے پر بہار موسم کو چھوڑ کر یہاں کی جھلسا دینے والی گرمی کو پسند کرے گا۔ مگر بھائی پڑھائی کے صاحب آج کل علی گڑھ گئے ہوئے ہیں

اور کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سایہ میں آسکوں، تم تو پہاڑ پر پہنچ کر کچھ
اونچی ہوگئیں اور اونچے خیالات کے سبب اپنے سے نیچے لوگوں کی مجبوریوں
کو نہیں سمجھتیں، کیونکہ اب ہم سب یہاں والے تو تم سے کوئی میل نیچے ہیں
نا؟ کیوں ٹھیک ہے

تمہاری
گل رُخ

(۶)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

پیاری بہن شمشاد بانو!

تم نے شکایت کی ہے کہ میں نے تمہیں بہت مختصر خط بھیجا مگر انصاف کرو
میں نے دو لفظ لکھ کر بھیج تو دیئے تمہیں تو کورا کاغذ بھیجنے کی بھی فرصت نہیں
مہینوں تمہارا خط نہیں آتا۔

بہن کنول بانو کی بیماری اور پھر طبیعت سنبھلنے کا حال معلوم ہوا میری
طرف سے مبارکباد پہنچا دینا۔ اور کہنا بار بار بیمار پڑ کر تمہیں خواہ مخواہ
لوگوں کو پریشان کرنے میں کیا مزہ آتا ہے۔ والسّلام

تمہاری
ثریا

دہلی زینت محل
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

(۷)

سہیلی کا خط، سہیلی کے نام

بہن کہکشاں بانو!

تم نے میری تعریف میں زمین آسمان ایک کر دیئے اور مجھے فرش سے عرش پر پہنچا دیا، تم نے لکھا ہے کہ میں لکھتی ہوں تو عبارت میں مصری کی ڈلیاں گھول دیتی ہوں اور بولتی ہوں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں تو پھر تم کیوں نہیں آئیں کہ روزانہ ان پھولوں کا ڈھیر لگایا کروں۔ سو جواب یہ یونہی پڑے ہوئے باسی نہ ہوتے ہوں گے اور تم خط بھی تو جلدی جلدی نہیں بھیجتیں۔ کہ میں اُن کے جواب میں تمہیں مصری کے کوزے ہی اور زیادہ بھیج سکوں۔

منہ دیکھے کی تعریف تو اتنی سستی ہے کہ مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن تم نے پیٹھ پیچھے بھی تعریف کے پُل باندھ دیئے ہیں، مجھ میں یہ جو کچھ ہے اُردو کی کتابوں کو غور سے پڑھنے کا صدقہ ہے، تم بھی اُردو کے مشہور مضمون نگاروں کی کتابیں پڑھو کر کس مطلب کو کن الفاظ میں ادا کیا گیا ہے تو تمہاری اور تمہاری تحریر میں بھی یہ خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

امۃ البصیر

دہلی

کمرہ بنگش

۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء

(۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

نورافشاں! خدا تمہیں اور چمکائے

مگر بہن گھرداری کی مصروفیتیں اور فضول بناؤ سنگھار ساتھ ساتھ چلنے کی چیزیں نہیں ہیں۔ میں مانتی ہوں کہ آرائش عورت کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، مگر نہ اس طرح کہ کوئی تمہاری طرح گھنٹوں بناؤ سنگھار میں مصروف رہے ہندوستانی عورتوں کا حسن و آرائش تو یہی ہے کہ وہ سگھڑ ہوں اور گھرداری کو سلیقہ سے چلا سکیں۔

اس خط میں کوئی بات کڑوی معلوم ہو تو معاف کرنا۔ میں نے جو کچھ لکھا تمہیں اپنی عزیز بہن سمجھ کر لکھا ہے۔ اس طرح مجھ میں بھی کوئی برائی یا عیب ہو تو تمہیں اس سے مجھ کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

قاضی محلہ — شمسہ

۳ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ — ریاست الور

(۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

خورشید بہن

مجھے تمہاری سسرال کے حالات سن کر سچی خوشی ہوئی کہ وہاں ہر

کرتی تمہیں آنکھوں پر بٹھاتا ہے، تمہارے سینے پرونے کی، تمہارے کھانے پکانے کی، تمہارے علم و ہنر کی اور تمہارے نماز روزے کی وہاں ہر زبان پر تعریف ہے، ہمیں بچپن ہی سے کہتی تھی کہ ہماری خورشید موتی ہے، پتھر نہیں ہے، خدا اس موتی کی آب و تاب کو چمکائے۔

سنا تھا تمہارے دیور پڑھائی کے لئے حیدر آباد جا رہے ہیں، اُن کے جانے کے بعد اُن کی دلہن کہاں رہیں گی۔؟

قصہ خوانی بازار　　　　صالحہ خاتون

۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء　　　　پشاور

(۱۰)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بمبئی

محمد علی روڈ

بہن شبستان بیگم!

مدت سے تمہارے ایک خط کی قرضدار ہوں آج اُسے ادا کرتی ہوں جواب میں اس لئے دیر ہوئی کہ میں سخت بیمار تھی، ملک الموت کو ضد تھی کہ میں جان لے کے ٹلوں اور حکیم ڈاکٹر چاہتے تھے کہ ہماری بات رہے۔

ملک الموت کی ضد تو ایک دن پوری ہو کر رہے گی، مگر فی الحال ڈاکٹروں اور حکیموں کی بات رہ گئی اور اب تمہاری قرضدار نہ زندہ ہے بلکہ پورے طور پر صحت یاب ہے اور اس قابل ہے کہ اگر تم چاہو تو روز دو خط تم کو

لکھا کرے ۔

۱۱ شعبان المعظم
۱۳۵۸ھ

تمہاری
فرحت آرا

(۱۱)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

اردو بازار گورکھپور
۴ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ

رفعت بہن!

رات جب میں سوئی تو نکھرے ہوئے آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے مگر آدھی رات کو ایک زوردار دھماکے سے میری آنکھ کھل گئی، اس وقت مطلع تاریک تھا اور سیاہ بادلوں کے ٹکڑے آسمان پر ادھر اُدھر اُڑتے پھر رہے تھے، ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا، پھر یکایک بجلی زور سے چمکی اور بادل اس طرح کڑکے جیسے تھوڑے فاصلے پر توپوں کی باڑھ چل رہی ہو۔

اب صبح کی نماز کے بعد میں تمہیں خط لکھ رہی ہوں، اُفق مشرق پر قدرت کی نورانی اُنگلی نے شب کے دامن کو چاک کر دیا ہے اور صبح کا نور ہر طرف پھیل رہا ہے، رات کا طوفان کب کا تھم چکا ختم ہو چکا اور اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔

کیا ہم اس سے یہ سبق نہیں لے سکتے کہ دُنیا کی ہر چیز فانی ہے اور ختم ہو جانے والی ہے مصیبت جو اس وقت تم پر پڑی ہوئی ہے اس میں شک

نہیں بہت سخت ہی، مگر میری بہن جب بڑے سے بڑا طوفان زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتا تو یہ مصیبت بھی یقیناً مٹ جائیگی فنا ہو جاوے گی اور خوشی اور مسرت پھر تمہارا دامن چومے گی، البتہ ہمیں چاہئے کہ دلیری کے ساتھ ہر مصیبت کا مقابلہ کریں، دُکھ سے گھبرا نہ جائیں، کیونکہ استقلال ایسی چیز ہے جس سے ہر مصیبت کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ والسلام

تمہاری
ریحانہ

(۱۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

نراہا بیرم خاں
۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

طلعت جہاں کی طرف سے پیاری شاکرہ کے نام

اری مُردی تیرے خط کے انتظار نے تو یہاں ہم سب سہیلیوں کو نیم جاں کر دیا۔ سسرال جاکر تو ہم سب کو ایسی بھولی جیسے ہم کوئی تھے ہی نہیں عائشہ اور لطیفہ کی مامائیں کئی مرتبہ تیرا خط پوچھنے آئیں، مگر میرے پاس سوائے ایک "نہیں" کے اور کیا تھا۔

بہن ایک زبردست شکایت یہ سُنی ہے کہ تمہاری سسرال والے شاکی ہیں کہ تمہیں ڈھنگ کا کھانا پکانا نہیں آتا، اگر یہ واقعی سچ ہے تو پھر تم نے ماں

باپ کے نام کو خوب ڈبریا اور ہم سب سہیلیوں کی بھی مٹی پلید کی۔

اب یہ تو ہونے سے رہا کہ ہم میں سے کوئی وہاں آکر اور تمہارے کان پکڑ پکڑ کر تمہیں کھانا پکانا سکھائے۔ سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ کھانا پکانے کے متعلق کوئی عمدہ سی کتاب منگوالو۔ اس طرح بغیر مشکل کے تم بہت جلد کھانے پکانے سیکھ جاؤگی۔

اپنی نند سے میرا سلام کہنا

تمہاری سہیلی

طلعت جہاں

(۱۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

۱۰ر مئی ۱۹۳۶ء

دلدار بانو

تمہارا دعوتی کارڈ ملا۔ میں ضرور شریک ہوتی، مگر گھرداری کی مصروفیت اور اس چھوٹی سی سلطنت کی ذمہ داریاں ابھی اس کی اجازت نہیں دیتیں۔

محفلِ میلاد کی چہل پہل مبارک ہو۔ شریک ہونے والی سہیلیوں سے سلام

اور فریدہ آئے تو کہہ دینا کہ میں اپنے خط کے جواب کا انتظار کر رہی ہوں

والسّلام

منظفر نگر شاہنواز

(۱۴)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دہلی باڑہ ہندو راؤ ۱۳ر مئی سنہ ۱۹۳۴ء

قیصرہ پیاری!

تم تو اچھی خاصی خبطن ہو گئیں بچی ہو، تمہاری بھابی کے ہاں اور نام رکھوانے چلی ہو ہزار میل دور دہلی میں مجھ سے ، نہیں تو یہ میرے بس کا روگ نہیں ، کہیں بچی ہو غلام صورت اور میں نام رکھ دوں شہزادی بانو ، یا وہ ہو کالی کوئل اور میں نام مہ جبیں تجویز کر دوں تو پھر تمہاری سہلیاں مجھے خبطن کہیں گی ، ہاں اگر لکھو تو کوئی اچھا سا نیا نام چھانٹ دوں ، کیونکہ یہ بھی تو ظلم کہ تم ہو کامنی سی اور کہلاتی ہو سکندر جس نے اپنی جانبازی اور دلیری سے دنیا کے بڑے حصے کو فتح کر لیا تھا حالانکہ تم رات کو اندھیرے میں بلی دیکھ لو تو ڈر جاؤ - اس لئے میرا کہنا مانو اور اپنا نام بدل کر نزاکت جہاں رکھ لو -

اچھا تو اخفا نہ ہو - ہنسی ہو چکی ، میں تمہارے حکم کی تعمیل میں چند اچھے سے نام سوچ رکھوں گی اور پرسوں لکھ بھیجوں گی - کیوں بس اب تو ناراض نہیں ہو

تمہاری کہکشاں

(۱۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

خضر پور کلکتہ
۸ راگست ۱۹۳۵ء

بلقیس جمال
بہن کیسی بچیوں کی سی باتیں کرتی ہو، مجھے رئیسہ بیگم کا کچھ اتا پتا معلوم ہوتا تب ہی تو میں انھیں خط بھیجتی، ایک آدھ دفعہ میں نے نورالصبح کو لکھا بھی کہ اُن کا کچھ حال معلوم ہو تو لکھیں لیکن اُنھوں نے خود ایسی چپ سادھی کہ میرے سب خط ہضم اور جواب میں ایک حرف بھی نہیں پھر بتاؤ میرا اس میں کیا قصور ہے؟

رعنا بیگم نے بخار کیوں آنے دیا اور اُسے اس شدت کے ساتھ کیوں چڑھنے دیا۔ کیا اُنھوں نے بخار سے بھی بہنا پا کر لیا ہے، اُنھیں کسی اچھے حکیم کو دکھاؤ، میرا دل اُن کے واسطے بہت کڑھتا ہے۔ خدا اُنھیں شفا دے۔

تمہاری
سرور جہاں

(۱۶)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شمیم اختر!

تمہارے مسرت نامے نے جس میں تمہاری چھوٹی بہن کی شادی کی مسرت افزا خبر تھی، میری مسرت کو دوبالا کر دیا۔

میں بہت دن سے سوچ رہی تھی کہ میری تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ میں ہوں آپا سعیدہ ہوں اور باہم شکوہ شکایت ہو، اب یہ مراد بر آئی ہے ایسے موقع کو کس طرح چھوڑ سکتی ہوں، تم سے ملنے کا اشتیاق اور آپا سعیدہ کے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھے آرام سے سونے دے۔ میں آنکھوں سے آؤں گی۔

والآداب، والسلام، والدعا والپیار۔ اس میں جس کا جو حصہ ہو پہنچا دینا۔

مرغوب النساء ۲۰ اگست ۱۹۳۹ء

راجہ بازار راولپنڈی

(۱۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شبستان!

تمہارے خط نے مجھے نیم جان کر دیا آخر وہ ایسا کونسا مرض ہے جس نے

اتنا سر اٹھایا۔ مگر کچھ بھی ہو اب تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی اور میری دعائیں بیکار نہ جائیں گی۔

میں ہر لمحہ تمہیں یاد آتی ہوں کیوں نہ یاد آؤں میں بھی تو کسی وقت تمھیں نہیں بھولتی۔ تمہاری بیماری کا خیال مجھے راتوں سونے نہیں دیتا، یہ سچ ہے کہ تم مجھ سے بہت دور چلی گئی ہو۔ مگر دل میں وہیں ہو جہاں تھیں

حسن بانو
مظفر نگر

(۱۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بھوپال
۳ ستمبر ۱۹۲۹ء

زاہدہ خاتون۔ وعلیکم السلام

میرا پچھلا خط پڑھ کر تم حیرت زدہ رہ گئیں۔ کہ تعلیم کے معاملے میں عورتیں کبھی مردوں سے پیچھے نہیں رہیں۔ اور یہ کہ اندلس میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی اور یورپ کی اس سرزمین پر اسلامی جھنڈا لہراتا تھا۔ اس زمانے میں وہاں عائشہ کا کتب خانہ ملک بھر میں مشہور تھا لیکن میں نہیں سمجھ سکی اس میں تعجب اور حیرت کی کیا بات ہے۔ دراصل یہ سب تمہاری لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اگر تم نے مسلمانوں کی تاریخ دیکھی ہوتی۔ اور ان میں عربوں کے حالات پڑھے ہوتے تو معلوم ہوتا۔ کہ ان میں جہاں مرد عالموں کا حال تحریر ہے

وہیں عالمہ عورتوں کا حال بھی تفصیل سے موجود ہے۔ بلکہ بڑے بڑے مرد علماء نے پردہ نشین عالمہ عورتوں سے علم حاصل کیا ہے شاید تم اس مشہور واقعہ سے بھی بے خبر ہو کہ اُمت کی ماں حضرت عائشہؓ سے لاتعداد حدیثیں روایت ہیں۔ حضور رسول مقبول کے وصال کے بعد صحابہ کو جب کسی معاملہ میں اُلجھن معلوم ہوتی تو حضرت عائشہؓ اپنی معلومات اور علم سے اُسے سُلجھا دیا کرتی تھیں۔

اب سے کچھ پہلے ہندوستان میں بچیوں کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا۔ لیکن یہ سب دوسری قوموں کے رسم و رواج کو اپنا لینے کا نتیجہ تھا۔ جو عورتوں کو جانوروں سے بدتر سمجھتی ہیں۔ لیکن اسلام نے چونکہ عورتوں کو بہت اونچا درجہ عطا فرمایا اِس لئے دوسری قوموں سے اپنائی ہوئی رسمیں کب تک قائم رہتیں۔ چنانچہ خدا کا شکر ہے اب ہندوستان میں بھی عورتوں کی تعلیم کا ہر طرف چرچا ہے اور ملک بھر کی کونسلوں اور اسمبلیوں میں عورتیں ممتاز حیثیت سے شامل ہیں۔

شاہدہ کو ضرور پڑھاؤ۔ تم اتنی سی معمولی بات بھی نہیں سمجھتیں کہ عورت جب تک تعلیم یافتہ نہ ہوگی گھر کی چھوٹی سی سلطنت کے انتظامات کس طرح چلائے گی۔

تمہاری

ارجمند بانو

(۱۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بدھ وار پیٹھ۔ پونہ
مورخہ ۹؍ جنوری ۱۹۳۳ء

کیوں بی ستارہ جبیں!

کسی طرح منوگی بھی یا یونہی خفا رہوگی اور اگر مینے کی قسم کھائی ہے تو روٹھنے کا سبب بتاؤ۔ تمہارا خط نہ آنے سے مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے اور جب پندرہ پندرہ بیس بیس دن خط نہیں آتا تو تم پر غصہ آنے لگتا ہے۔ کہ تم میسور جاکر مجھے بالکل ہی بھول گئیں۔ یا تین پیسے اتنے پیارے ہوگئے کہ خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

میری اچھی بہن خط نہ لکھنے کا سبب لکھو۔ تین پیسے کا خیال ہے تو وہ میرے نام لکھتی رہو۔ جب آؤگی حساب کرکے پائی پائی لے لینا۔ یا اعتبار نہ ہو تو بیرنگ خط ہی بھیجو۔ لیکن خدا کے واسطے کسی طرح اس خاموشی کو توڑو تو سہی

تمہاری۔ نسترن

(۲۰)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

عندلیب بانو!

میرا خیال تھا کہ تم پانی پت انصاریوں کے محلے میں بیٹھی ہوئی گھر کے

دھندوں میں مصروف ہوگی اور تم زنانہ باغ دہلی کے جلسوں میں بیٹھی ہوئی عورتوں کی زندگی سنوارنے میں مشغول ہو۔ اور بیگم محمد علی سے باتیں کر رہی ہو۔ عندلیب کیا کیا کہتی ہو کیسی فرصت کہاں کی فرصت۔ شمس النہار کی بیماری کی تمہیں خبر ہی ہے اسے اکیلا چھوڑ کر کیسے نکلوں۔ ورنہ تم لکھنیں اور میں نہ شریک ہوتی۔ اور پھر جہاں عورتوں کو خواب غفلت سے جگانے کی تدبیریں سوچی جا رہی ہوں، وہاں تو آنکھوں سے آتی ہیں تمہارے پاس نہیں ہوں۔ مگر میرا دل وہیں پڑا ہوا ہے خدا کرے تم کوئی ایسی تدبیر بھی سوچ سکو جس سے جہیز کی زیادتی کو روکا جا سکے آج یہ وبا بُری طرح پھیلی ہوئی ہے کہ شادیوں میں زیادہ سے زیادہ جہیز دیا جائے۔ اور اس طرح لاتعداد گھرانے تباہ ہوگئے ہیں۔

گلزار بانو	اتوارہ بازار
ناگپور	۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء

۲۱

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بی رخسانہ!

تمہیں ریحانہ کی شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے۔ ہر دفعہ اس کی شادی کو کیوں پوچھتی ہو۔ شادی کی تاریخ مقرر ہو اور میں تمہیں خبر نہ کروں۔ ایسا ہو سکتا ہے؟

بڑی اوچھی ہو۔ شام زندگی۔ شام زندگی، میری جان کھالی۔ وہ کتاب تمہاری

ہے۔ میں نے کھا نہیں لی۔ میرے پاس بطور امانت ہے۔ پڑھ لوں تو بھیجدوں گی۔ اور جب تک پڑھ نہ لوں لاکھ خط لکھو تو کیا ہوتا ہے۔

اختر بلقیس۔ اور نفیس کو سلام اور دیدار کی آرزو ئیں۔

تمہیں دعا اور سلام۔ اس میں تم جو چاہو قبول کر سکتی ہو۔ لیکن دیکھو صرف ایک چیز لینا۔

درگاہ شریف
۸ محرم ۱۳۵۳ھ

شمیم فاطمہ
گلبرگہ

(۲۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

کیوں نرگس پیاری!

تم اپنی تکلیف کو مجھ سے چھپاتی ہو۔ تم نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا۔ اگر شگفتہ بانو کا خط نہ آتا تو مجھے کس طرح خبر ہوتی! اور اگر خبر نہ ہوتی تو میں تمہاری صحت کی دعا کس طرح مانگتی۔ جب سے مجھے تمہاری بیماری کی اطلاع ہوئی ہے ہر نماز کے بعد دعا مانگ رہی ہوں۔ اُمید ہے پہلے تم تندرست ہو جاؤ گی اور یہ خط بعد میں ملے گا۔ تمہارا خط جس میں تم نے اپنی بیماری کا کوئی حال نہیں لکھا تھا ۷ ِ شعبان مطابق ۱۳ ِ دسمبر ہفتہ کو مجھے ملا تھا۔ خط کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹا دیا۔ کیا کروں دُور ہوں۔ معذور ہوں ورنہ خود تمہارے پاس پہونچ کر تمہاری تیمارداری کرتی۔ اب خدا سے گڑگڑا

گڑگڑا کر تمہاری صحت کی دعا مانگنے کے سوا کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ خدا کرے جلد تمہاری تندرستی کی اطلاع آئے۔ اور مجھے خوشی ہو۔ جب تک ایک خط نہ آئے گا میرا دل قرار نہ پائے گا۔ خط بھیجنے میں دیر نہ کرنا۔ ڈاکیہ کے انتظار میں آنکھیں لگی رہیں گی۔

بھساول اختر حبیب

(۲۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

ساغر بانو پیارا!

آج بدھ کا دن بارھویں تاریخ دسمبر کی اور غالباً چودھویں ذیعقد کی ہے۔ کل دوپہر کو امتیاز النساء گلی قاسم جان سے میرے پاس آئی تھیں اپنے صاحبزادے کے لئے انھوں نے تمہارے شہر میں بہو تلاش کی ہے اور چونکہ جانتی ہو کہ ساغر بانو آگرہ رہتی ہیں۔ اس لئے میری معرفت وہ تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ ارجمند بانو جو عمر دراز خاں رئیس کی لختِ جگر ہیں اور جن کا مکان چھلی اینٹ کے محلے میں ہے کس عادت و اطوار کی ہیں۔ اُن کے تمام حالات تحقیق کر کے مفصّل لکھو۔ قوم کیا ہے، عمر کیا ہے۔ لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے اور طرز رہائش کس ڈھنگ کی ہے۔ جواب میں دیر نہ کرنا۔ کبھی تم دو آنے کا منہ کرو۔ اور بیچاری امتیاز النساء بھر بھر پیسے کہاروں کو دیتے دیتے تھک جائیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

دھوپ میں بیٹھی ہوں. فہمیدہ اور شکیلہ بھی مدت کے بعد آج آئی ہوئی ہیں. تینوں بیٹھی ہوئی کشیدہ کاڑھ رہی تھیں کہ تمہاری یاد آئی. کئی روز سے تمہارا خط آیا رکھا ہے. اس وقت میں نے کہا لاؤ سمر سے بلا ٹالو. چائے تیار ہے. لفافہ بند کر کے سوسن کو دوں گی کہ وہ امام بخش سے ڈلوا دے. ہم تینوں دالان میں جائینگے میں کیتلی میں سے چائے نکالوں گی. پیالیوں میں سے گرم گرم بھاپ نکلے گی. اور اس کڑکڑاتے جاڑے میں کچھ دیر کے لیے امن کا سامان ہو جائے گا. چائے پئیں گے اور پیتے پیتے تمہارا ذکر کرتے جائیں گے تم نہ سہی تمہارا ذکر ہی سہی۔

۱۲ر دسمبر ۱۹۳۷ء
پہر دن چڑھے

سنجیدہ اختر
دہلی

(۲۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شمع رُخ بانو!

تمہاری طویل چٹھی ملی جس کے ہر لفظ میں محبت اور دلداری کی جھلک ہے. خدا اس کے لکھنے والی کی عمر دراز کرے. تم جو بیمار ہو تو میں بھی آج کل اچھی نہیں ہوں. بظاہر کوئی مرض نہیں مگر قلب پر گرمی محسوس ہوتی ہے.

تم نے یہ کیا کیا کہ پہلے تو شمسہ سے اپنا راز کہدیا اور پھر یہ بھی چاہا کہ وہ کسی سے بیان نہ کرے. اب تم اپنی بات دوسروں کے اختیار میں دے چکیں۔

اور تیر کمان سے نکل چکا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تیر کہاں جا کر گرے۔ آئندہ احتیاط برتو اور اپنی بات دوسروں کے اختیار میں نہ دو۔ بلقیس جمال کے خط کہیں کاغذات میں رل مل گئے۔ تلاش کر کے بھیجوں گی۔ تمہارے خط معاف کرنا بہت شکستہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر ذرا ہاتھ سنبھال کر لکھو تو مجھے پڑھنے میں آسانی ہو۔ تمہاری طبیعت خراب ہے خط مختصر لکھا کرو ایک ہی مرتبہ اتنا زیادہ لکھنا ٹھیک نہیں۔ میں چاہتی ہوں جلدی جلدی تمہارے خط آئیں اور اتنے مختصر کہ تم آسانی کے ساتھ لکھ سکو۔ دعائے صحت پر اس خط کو ختم کرتی ہوں۔

آمنہ سلطانہ
سہارنپور

بازار شہنشاہی
۱۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء

(۲۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

نیلی نام!

میری بہن!

تم نے جس دھوم دھام سے مجلس وعظ منعقد کی اس پر بہت سی بہنوں نے مجھے یہاں مبارک باد دی۔ دیکھا جائے تو انھوں نے ہمارے بہناپے اور ہمارے تعلقات دلی کو صحیح سمجھا۔ مجھ میں اور تم میں فرق ہی کیا ہے۔

دیکھنے میں دو لیکن حقیقت میں ایک۔ میں شرکت سے معذور ہی شرمسار ہوں۔ تمہاری خفگی بجا ہے۔ مگر پہلے اسکی وجہ سُن لو۔ پھر جو دل چاہے کہہ لینا۔ بلکہ زیادہ اچھا یہ ہوگا کہ چار چھ روز کے لئے یہاں آنے کی تکلیف گوارا کرو۔ میں اپنا دردِ دل تمہیں سناؤں۔ میں یہاں تمہاری بہن مشہور ہوں۔ اور تم میری خبر نہیں لیتیں۔

انور جمال　　　　قلعہ بازار

رام پور　　　　۶ اگست ۱۹۳۰ء

(۲۶)

نند کا خط بھاوج کے نام

قدسیہ بھابی۔ سلام مسنون!

ہم اچھے ہیں تو جہان اچھا ہے۔ اس لئے فی الحال خیریت وعافیت پوچھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ پوچھنا یہ ہے بھابی کہ بات کا بتنگڑ بنانا تمہیں کب سے آیا۔ میں نے تمہیں یہ کب لکھا تھا کہ رئیسہ کو جہیز دینے کی ضرورت نہیں میرے خط نکال کر دیکھو کسی ایک فقرے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلے گا۔ میں نے جو کچھ لکھا وہ صرف یہ ہے کہ جہیز اتنا اندھا دھند نہیں دینا چاہیئے کہ بیٹی کے بیاہ کے لئے مکان بیچنے کی نوبت نہ آئے۔ یا سود پر قرض لیا جائے۔ اور وہاں اس بات کی بھی میں نے مخالفت کی تھی کہ جہیز میں بیکار اور فضول سامان جو دیا جاتا ہے وہ نہ دیا جائے۔ برتن صرف وہ ہوں جو گھرداری کی ضروریات کو پورا کر دیں زیور اتنا ہو جو روزمرہ پہنا جاتا ہے۔ کپڑے ایسے ہوں جو آجکل کی پسند کے مطابق ہوں

اتنے زیادہ برتن دینا حماقت ہے۔ کہ ان کے لیئے کئی کوٹھڑیوں کی ضرورت ہو اور وہ برسوں مقفل پڑے رہیں۔ اتنے زیادہ زیور دینا جہالت ہے جن کی روز مرہ ضرورت نہ پڑے۔ اور کسی تقریب کی آمد کے انتظار میں مہینوں پٹاریوں میں پڑے جھک ماریں۔ اور گوٹہ کناری کے بھاری اور قیمتی کپڑے دینا لغویت ہے جو برسوں کام نہ آئیں۔ اور پڑے پڑے کالے ہو جائیں۔

یہی باتیں میں نے بھائی سے زبانی بھی کہی تھیں۔ وہ بولے یہ باتیں ہیں تو سب ٹھیک۔ لیکن خاندان اور گلی محلّے میں جو ہماری عزّت اور توقیر ہے، اور پاس پڑوس والوں کی آنکھوں میں جو ہمارا اونچا درجہ ہے اس نے ہمارے پیروں میں بیڑیاں پہنا دی ہیں۔ اور ہم اس رسم و رواج کو نبھانے اور اس اونچے درجے کو قائم رکھنے کے لیے مجبور ہیں۔ دیوانی پچھلے ابھی سکینہ کی شادی ہوئی ہے اور بہت دھوم دھام سے ہوئی ہے۔ اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم نقد روپیہ دے کر یا مکان نام میں کر کے بیٹھ جائیں اور نمود و نمائش یا دھوم دھام کے بغیر شادی رچائیں۔ بھائی عمر میں مجھ سے ایک ہی سال بڑے سہی، مگر پھر بھی بڑے ہیں، میں اُن سے کیا بحث کرتی۔ انہوں نے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تم لوگوں نے (کیونکہ تم بھی اُن کی ہم خیال ہو) ہر بُرائی کا ذمہ دار رسم و رواج کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ یہ رسم و رواج کس نے بنائے تو معلوم نہیں تم لوگ کیا جواب دو گے۔ اِن رسم و رواج کو بنانے والے بھی جب ہم تم ہی ہیں تو پھر ہم تم کو ہی انھیں نیست و نابود کرنا ہوگا۔ میری اچھی بھابی تمہارے پیروں میں جو رسم و رواج اور عزّت و توقیر کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں کیا تم اپنے آپ کو اُن سے نہ

چھڑاؤں گی۔ نمود و نمائش کی تمام فضول اور بیکار چیزوں میں روپیہ پھنسانے کی
بجائے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ضروری برتن ہلکے سے دو چار زیور اور نفایس استعمال کپڑے
دیئے جائیں! اور کوئی ایسی فالتو چیز نہ دی جائے جو کبھی برسہا برس میں کام نہ آئے
بلکہ ان تمام چیزوں کا روپیہ رئیسہ کے دولہا کو نقد دے دیا جائے۔ کہ وہ کسی
اچھے کاروبار میں لگادیں تاکہ اس کے منافع سے رئیسہ خود اپنی ضروریات کی
کی چیزیں بنا سکے یا خرید سکے۔ اور اصل رقم قائم کی قائم رہے۔ یا ایسا کیوں نہ
کرو کہ بھائی تم خود اس رقم کا کوئی مکان خرید کر رئیسہ کو جہیز میں دیدو۔
اس کا کرایہ ایک مستقل آمدنی ہو گی۔ وقتاً فوقتاً رئیسہ کو جن چیزوں کی ضرورت
پڑے گی۔ وہ اس آمدنی سے پورا کرے گی۔ اور اصل رقم ہر حالت میں محفوظ
رہے گی۔

تمہاری :۔ شہر بانو

۱۴ / شعبان المعظم۔ چکروتہ

(۲۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

فرخندہ!

بہن تم نے بڑا ظلم کیا۔ وعدہ کیا اور نسیم اختر کے بیاہ میں نہ آئیں یہ ظلم
نہیں تو کیا ہے اور سنو وہ آئی تھیں تمہاری سہیلی رشیدہ لیکن بالکل پہچان کر انکی
کالی شکل پر سرخ جوڑا بالکل ایسا جچ رہا تھا جیسے کالی کلکتہ والی وہی ہیں اور
وہ بھی آئی تھیں تمہاری پیاری سہیلی یاسمین ماشاءاللہ اب تو اُن کا رنگ اور بھی

نکھر گیا ہے سفید گلاب کی پتّی کے سے رنگ پر سنہرے پن کی جھلک چشم بدور بہت پیاری تھی مگر ہلکے بادامی رنگ کا لباس پہن کر انہوں نے اپنی جلد کے رنگ کو پھیکا کر لیا تھا۔ میں نے اس وقت نگہت سے کہا بھی تھا کہ اگر یہ اس وقت نیلے یا سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوتے ہوتیں تو ان کی قدرتی خوبصورتی میں اور چار چاند لگ جاتے۔ دراصل ہماری بہنیں کبھی اس بات پر غور نہیں کرتیں کہ اپنے رنگ کی مناسبت سے کپڑے پہن کر کس طرح اپنی دلفریبی کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس لاعلمی کی وجہ سے وہ بے جوڑ رنگ کے کپڑے پہن کر اپنے حسن کو غارت کر لیتی ہیں۔ نگہت نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ آئندہ میں خط بھیجوں تو اس میں یہ ضرور بتاؤں کہ کس رنگ کی صورت پر کس رنگ کا لباس موزوں ہوتا ہے چونکہ تمہیں سنگھار کی موزونیت اور لباس کی پھبن سے خاص دلچسپی ہے۔ اس لئے یہ خط میں پہلے تمہیں ہی بھیج رہی ہوں۔ اسے پڑھ لینے اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد نگہت کو بھجوا دینا۔

(۱) گوری رنگت جیسا کہ فرخندہ تمہارا رنگ ہے۔ سفیدی مائل سنہرا رنگ ایسی جلد کو پھیکے رنگ اور بھی پھیکا کر دیتے ہیں۔ اس لئے گورے رنگ پر ہمیشہ ان رنگوں کے کپڑے پہننے چاہئیں۔ جو چہرے پر سرخی کی جھلک پیدا کر سکیں۔ مثلاً سبز۔ سبز کاہی۔ گلابی۔ گہرا فیروزی۔ نارنجی۔ سنہری۔ نیلا۔ سرخ۔ شربتی۔ سلیٹی۔ گہرا بھورا سیاہ۔ ارغوانی۔ عنابی۔ وغیرہ سفید رنگ بھی پہنا جا سکتا ہے۔

(۲) گلابی رنگت جیسا نسیمہ کا رنگ ہے کہ لب اور رخسار پر سرخی کی جھلک

پائی جاتی ہے۔ ایسی رنگت کے لئے گہرے اور درمیانی رنگ بہت موزوں ثابت ہوتے ہیں مثلاً سبز۔ سبز کاہی۔ گلابی۔ فیروزی۔ نیلا۔ ہلکا سنہری۔ شربتی۔ پیلبٹی سیاہ۔ سفید۔ سنتری۔ نارنجی۔ بھورا۔ ہینگی۔ جامنی وغیرہ

(۳) سانولی رنگت جیسا کہ نزہت کا رنگ ہے۔ گہرا سانولا رنگ جس میں قدرتی نمکینی اور کشش ہوتی ہے۔ ایسی رنگت کے لیئے ہلکے رنگ زیادہ مناسب ہیں۔ مثلاً پستئی۔ بادامی۔ ہلکا فیروزی۔ پیازی۔ دودھیا سفید۔ کروتی کیوڑی۔ کپاسی۔ سنہری۔ نکی۔ صندلی۔ شربتی۔ سفید وغیرہ۔ گہرے رنگوں میں سیاہ سُرخ اور گہرا نیلا وغیرہ۔

(۴) گندمی رنگت جیسا کہ جہاں آرا کا رنگ ہے۔ زردی اور سرخی سے ملی جلی رنگت جس میں نارنجی اور بادامی رنگ کی جھلک ہوتی ہے۔ اس رنگت میں بھی ہلکے رنگ زیادہ کھلتے ہیں۔ مثلاً فالسائی۔ انناسی۔ آسمانی۔ گلابی بادامی۔ زعفرانی۔ ارغوانی بسروئی۔ دھانی وغیرہ گہرے رنگوں میں سُرخ سنہری سیاہ۔ نیلا۔ سبز اور عنابی وغیرہ وغیرہ۔

(۵) کالی رنگت جیسا کہ رشیدہ کا رنگ ہے اس میں گہرے رنگ استعمال کرنے کی سفارش نہیں کی جا سکتی۔ ہلکے رنگ ہمیشہ موزوں ثابت ہوتے ہیں مثلاً سفید۔ موتیا۔ شربتی۔ بادامی۔ کیوڑی۔ صندلی۔ کپاسی اور سنہری وغیرہ۔

فرخندہ قیمتی لباس اور بڑھیا کپڑوں سے ہی نفاست اور خوشنمائی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کا بہت کچھ دار و مدار بھبن اور موزونیت پر ہے میں نے جن صورتوں کے لئے جو رنگ مخصوص بتائے ہیں۔ اگر تم ان صورتوں

کی عورتوں کو وہ رنگ پہنا کر آزمائش کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کے رنگ و روپ میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔

مسلم یونیورسٹی　　　　راحت آرا بیگم
۱۹ اگست ۱۹۲۶ء　　　　علی گڑھ

(۲۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

سٹیشن روڈ۔ لائل پور　　　　مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

آفتاب بہن!

اس سے پہلے کہ اور کچھ لکھوں تمہیں ایک عجیب داستان سناؤں ہمارے پڑوس میں ایک عمر رسیدہ عورت فردوسی بیگم رہتی تھیں۔ ابھی کچھ دن ہوئے اُن کا انتقال ہو گیا۔ پرسوں اُن کے دسویں کی فاتحہ تھی میں صبح دس بجے فاتحہ میں شرکت کی تیاریاں کر رہی تھی۔ کپڑے وغیرہ بدل چکی تھی۔ کرن سواری لینے گئی ہوئی تھی۔ بس اس کا انتظار تھا۔ اتنے میں میری ایک نئی سہیلی آنکلیں اور دور سے دیکھتے ہی مسکرا کر پوچھنے لگیں۔ کیوں بہن! یہ آج کہاں کی تیاریاں ہیں۔ کس تقریب کے لیے اتنا بنا سنورا گیا ہے۔ اِس روز صبح ہی سے میرا دل مرنے والی کے غم میں بے حد اداس تھا۔ اس لیے اپنے مہمان کو مسکراتا ہوا دیکھ کر بھی اُن کے ساتھ مسکرا نہ سکی۔ اس کے علاوہ میں جا رہی تھی۔ دسویں کی

ماتمی مجلس میں، انھیں غلط فہمی ہوئی، کہ شاید کسی کی شادی ہے۔ میں نے غم انگیز لہجہ میں انھیں حقیقت سے آگاہ کیا کہ پڑوس میں ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ اُن کے دسویں میں جا رہی ہوں۔ اس پر اُنہوں نے حیرت اور تعجب سے مجھے اوپر سے نیچے تک اور نیچے سے اوپر تک ایسی عجیب نگاہوں سے دیکھا کہ میں خود حیران رہ گئی کہ ماجرا کیا ہے۔ پھر اُنہوں نے حیرت آمیز لہجہ میں مجھ سے پوچھا کہ ماتمی مجلس کی شرکت میں جب تم اتنا بہترین لباس پہن کر جا رہی ہو تو شادی بیاہ کے لئے شاید سونے چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے لباس کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ میں شرم کے مارے پانی پانی ہوگئی۔ مجھے چپ اور شرمندہ دیکھ کر اُنہوں نے کہا ہم مسلمان عورتوں نے اپنی تہذیب کو قطعی بھلا دیا اور رسم و رواج کو بالکل بدل لیا۔ عقل و فہم کو تہ کرکے رکھ دیا۔ اور ہر تباہ کن نمائشی چیزوں کو اپنا لیا۔ شادی بیاہ کا موقعہ یا دفن کفن کا حادثہ ہو۔ خوشی و مسرت کی محفل ہو یا رنج و غم کی مجلس ہو ہم اپنی شرکت کے لئے قیمتی سے قیمتی اور عمدہ سے عمدہ جوڑے بدلنا انتہائی ضروری سمجھتے ہیں۔ اب اسوقت تمہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ تم فاتحہ میں جا رہی ہو۔ اور تم ہی پر کیا منحصر ہے وہاں ہر بہن دلہن ہی بن کر آئی ہوں گی۔

کیوں آفتاب بہن! انھوں نے کس قدر دل لگتی باتیں کہیں واقعی ہم نے اپنے ہاں کی خوشی و مسرت رنج و غم کی محفلوں میں کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہنے دیا۔ لیکن اس خلاف عقل رسم کو اب مٹا کر رہنا چاہیئے۔ اس روز میں نے تو

اسی وقت وہ قیمتی جوڑا اُتارا اور دھلا ہوا ایسا لباس پہن کر وہاں گئی، جو روزمرّہ گھر میں پہنتی ہوں۔
نرگس

(۲۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

گلرنگ بانو!

غریب مالن کی اندھی بیٹی ماہتاب کو مدرسہ میں داخل کرا کر اور اس کے خرچ کا بوجھ اپنے ذمہ لے کر تم نے بڑے ثواب کا کام کیا۔ اندھی ماہتاب بظاہر اندھی ہو۔ مگر اس کے دل کی آنکھیں خدا کے نور سے منور ہیں۔ اب الحمد کا سپارہ اس نے حفظ کر لیا ہے۔ شام کو چھٹی کے وقت وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر تمہارے لیے دعا کیا کرتی ہے۔ اس کے ننھے سے ہونٹوں سے جو دعا نکلتی ہوگی وہ بے اثر رہ سکتی ہے؟

خدا اور رسول کا نام ہر وقت اس کی زبان پر ہے۔ اس لیے کون کہتا ہے کہ وہ اندھی ہے۔ اندھے تو ہم سب ہیں کہ ہم سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی خدا کے قہر و غضب سے لاپرواہ ہیں اور اپنے انجام اور عاقبت سے غافل ہیں۔

کہکشاں

میری پور

ضلع ملہار شاہ

۹ر اگست ۱۹۳۷ء

(۳۰)

انجان کا خط انجان کے نام

عزیز بہن ! اسلام مسنون !

پردہ باغ میں عزیزی شبستاں بانو۔ سے کبھی کبھی گفتگو کا موقع ملا۔ اُن کی زبان کی شیرینی اور مزاج کی انکساری نے میرے دل کو موہ لیا۔ اور مجھے ان کا شیدا بنا دیا ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی، کہ آپ نے اپنی لختِ جگر کو اتنی اچھی تعلیم اور اتنی عمدہ تربیت دی کہ انھوں نے اپنی ہم عمر لڑکیوں میں ممتاز حیثیت حاصل کر لی۔ علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ ان کی شائستگی نے میرے دل پر بڑا اثر کیا وہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہیں اور میں صحیح معنوں میں انھیں اپنی بیٹی ہی بنانا چاہتی ہوں۔ چھوٹے مُنہ سے بڑی بات میں نے کہہ تو دی لیکن آپ کے لطف و کرم سے مجھے اُمید ہے کہ آپ مجھے اپنے گھر سے خالی نہ لوٹائیں گی۔ میرا لڑکا برخوردار سعید احمد قانون پڑھ رہا ہے اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وکالت کا ارادہ ہے۔ اپنے حسب نسب اور آمدنی کے متعلق میں خود کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتی۔ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ کسی ذریعہ سے خود ان تمام باتوں کو معلوم کریں۔

جس باغ کی کلی میں اتنی خوشبو ہے وہ گلزار خود کتنا معطر ہوگا۔ ظاہر ہے اس لیے آپ کے حسنِ اخلاق سے مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ تمام حالات

کی چھان بین کرنے کے بعد میری درخواست کو قبولیت کا درجہ دیں گی
سلام شوق۔

سعید منزل
پل بنگش دہلی

تہذیب النساء
۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(۳۱)

انجان کا خط انجان کے نام

پیاری بہن صغیر فاطمہ۔ وعلیکم السلام!

عرصہ ہوا آپ کا محبت نامہ ملا تھا۔ جس میں آپ نے نور چشمی آفتاب بیگم کے لئے اپنے نور نگاہ شریف احمد کا پیغام بھیجا تھا۔ شادی بیاہ کے معاملات میں آپ جانتی ہیں پورے غور و فکر اور گہری چھان بین کے بغیر کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اسی لئے جواب میں اتنی دیر ہوئی۔

ہمارے عزیزوں میں سے کچھ لوگ باہر ہیں اور عنقریب اُن کے آنے کی امید ہے اِن کے مشورہ کے بعد میں آپ کو قطعی جواب سے اطلاع دوں گی۔

امتہ البصیر

گلشن منزل
بھاولپور
۱۳ اگست ۳۷ء

(۳۲)

انجان کا خط انجان کے نام

بہن راحت آرا!

تقریباً دو مہینے گذرے محمدی بوا کی معرفت آپ نے میری نور نگاہ انصاف بانو کے لئے اپنے لخت جگر محمد کامل سلمہٗ کا پیغام بھیجا تھا۔ آپ جانتی ہیں عمر بھر کے نباہ کے معاملات پر پورے غور اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے میں اس وقت فوری طور پر کیا جواب دے سکتی تھی۔ اب البتہ اس کے باپ نے پوچھ کچھ کے بعد مطمئن ہو کر یہ معاملہ میری مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ آپ کے اخلاق اور مروت کے حالات سُن کر مجھے یقین ہے کہ آپ عزیزی انصاف بانو کو یقیناً اپنی ہی اولاد سمجھیں گی اور وہ آپ کے زیر سایہ آرام و چین سے زندگی گزاریگی۔ خدا مبارک کرے اور ہم لوگوں کی آرزوئیں سرسبز ہوں۔

۶ جنوری ۱۹۳۳ء دھول پور خیر اندیش:۔ شمس النساء

(۳۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دل افروز!

تمہارا اشتیاق میرے دل میں اکثر چٹکیاں لیا کرتا ہے۔ مگر تمہیں کیا پڑی کہ قلم بھی گھسواور تین پیسے بھی خرچ کرو اور پھر میرے لئے جو تمہاری کوئی بھی نہیں!

جو عورت یہ خط لا رہی ہے اس کا نام جھمکی ہے۔ اس نے پانچ مہینے میرے ہاں گذارے ہیں اور میں تجربہ کی بنا پر کہہ سکتی ہوں کہ یہ کھانے پکانے سینے پرونے اور گھر کے ہر کام دھندے میں ہوشیار اور ایماندار بھی ہے۔ تمہاری طرح اس کی سسرال بھی علیگڈھ ہی ہے۔ اور اب یہ وہیں نوکری کرے گی۔ اگر تمہارے ہاں یا تمہارے کسی عزیز کے ہاں خادمہ کی ضرورت ہو تو یہ ایک عمدہ خدمت گار ثابت ہو گی۔ اچھا یہ قصہ تو ہوا اب بتاؤ خط بھیجو گی یا یونہی ترساؤ گی؟

لاکھوں سلام اور بے شمار پیار۔

دہلی یکم جنوری ۱۹۳۵ء تمہاری سہیلی :- انتخاب بانو

(۴۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بہاراں، سراپا بہار رہو!

عجیب بات ہے۔ پرسوں تمہارا خط ایسے وقت ملا جب میں تمہارا ہی ذکر کر رہی تھی۔ کئی ہفتے سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ اور سنا تھا کہ خدا نہ کرے تمہاری طبیعت کچھ ناساز ہے۔ اس لئے بڑی تشویش تھی اب خیریت معلوم ہوئی تو دل کی پھانس نکلی۔ اور کلیجہ کا شعلہ بجھا۔ اتنے اتنے دن خط نہ لکھنے میں تمہیں نہ معلوم کیا مزہ آتا ہے۔

میری ایک سہیلی گلِ رعنا علاج کے لئے دہلی آرہی ہیں۔ نہر سعادت خاں کے قریب رنگ محل میں ٹھہریں گی۔ بڑی دلچسپ اور خوش مزاج عورت ہیں میں نے

تمہارا ذکر کر دیا ہے وہ ضرور تم سے ملنے آئیں گی۔
تم مجھے بہت یاد آتی ہو۔ نہ معلوم کب ملاقات ہوگی۔
افتخار آباد۔ کانپور   میں ہوں تمہاری۔ انجم

(۳۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

میری غم نصیب بہن!
دل کو تڑپا دینے والی یہ خبر مجھے کل رات کو ملی تھی کہ تمہارا لعل تمہیں بلکتا ہوا چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلا گیا سُنتے ہی دل پر ایک بجلی سی گری اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بندھ گئی۔ ابھی تک سکتہ کا سا عالم ہے۔ ہوش وحواس کو کھو دینے والے اس حادثہ پر خود تمہارا جو کچھ حال ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے کس طرح کہوں کہ صبر کرو۔ مگر میری عزیز بہن اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ تمہیں جلد اس کا اچھا بدل دے۔
سراپا غم۔ انارکلی

(۳۶)

سمدھن کا خط سمدھن کے نام

میری عزیز بہن!
عزیزی دردانہ کی شادی کے بلاوے کا کارڈ ملا تھا بکمہ بہ باوجود مصروفیت

گے ارادہ تھا کہ ضرور شریک ہوں گی۔ لیکن تقدیر میں آپ سے شرمندہ ہونا ہی لکھا تھا وقت کے وقت طبیعت کچھ ایسی خراب ہوئی کہ چلنے پھرنے تک سے معذور ہوگئی۔ اب طبیعت ذرا سنبھلی تو آپ کو خط لکھا۔ اُمید ہے آپ میری عذر خواہی قبول کریں گی۔ میری دعا ہے دولہا دولہن پھلیں پھولیں۔ بطور تحفہ کتاب "قیمتی جہیز" علیحدہ پیکٹ کے ذریعہ بھیج رہی ہوں۔ یہ میری طرف سے دُلہن کو دیدیجئے گا۔ اس کے زرّین اصولوں اور قیمتی مشوروں پر عمل کیا جائے تو ہر دلہن اپنی سسرال کو اپنے لئے جنت بنا سکتی ہے برخوردار لطف الرحمٰن کے متعلق تو اُمید ہے کہ آپ اُنھیں آج کل میں ہی رخصت کر دیں گی کیونکہ کاروبار سے زیادہ عرصہ تک ان کا الگ رہنا کچھ ٹھیک نہیں ہے لیکن ہماری دُلہن بیٹی کو جہاں تک ممکن ہو سکے پندرہ بیس روز میں ضرور بھیجدیجئے، ان بغیر میرا گھر سُونا ہے۔

آپ کی خیر اندیش
رؤف النساء بیگم

(۳۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

گلبدن بانو یہ فرید آباد ہے اور ۱۳ دسمبر۔ قسمت کے لکھے نے ہم لوگوں کو یہاں لا ڈالا۔ یہاں ہم کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے ہیں۔ تین مہینے ہوئے تمہارے دولہا بھائی سائیکل سے گر پڑے۔ ران کی ہڈی ٹوٹ

گئی۔ اور اسی کے ساتھ نوکری بھی گئی۔ دو سو روپے مہینے کی آمدنی ایک دم بند
ہو جائے اور کوئی سہارا باقی نہ رہے تو جو حالت ہو سکتی ہے ظاہر ہے وقت
اور قسمت نے دولت و حشمت سے ہمارا ناطہ تڑوا کر ہمیں آج جس حالت
میں پہونچا دیا اُسے سُنکر فریدہ نے لکھا ہے کہ میرے آنسو نکل آئے اور میرا
دل ہل گیا۔ مگر تمہارے دولہا بھائی بلا کے صابر و شاکر نکلے مصیبتوں کے
پہاڑ ٹوٹے لیکن اُن کی خوش خلقی میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا۔ میں نے تو اُن سے
یہ سبق سیکھا ہے کہ انسان قناعت کرے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت
ڈالے تو دنیا کی بہت سی ضروریات خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ مرغن کھانے
اور زرین لباس کے بغیر بھی زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ بہت دن سے تمہیں خط
لکھنے کو جی چاہ رہا تھا آج انھیں کچھ آرام معلوم ہوا تو میں نے دوات قلم سنبھالی
مہتابی کو میری مصیبت کی داستان معلوم ہو چکی ہے۔ مگر وہ شاید اب اتنی
بڑی ہو گئی ہیں کہ اُن کی ہمدردیاں میری چھوٹائی تک نہیں پہونچ سکتیں۔
اسی لئے تو اُنھوں نے ہمدردی کے دو لفظ تک نہ لکھے۔ یا شاید کسی سبب
مجھ سے روٹھ گئیں۔ میں سوچتے سوچتے تھک گئی کہ کس طرح اُنھیں مناؤں
تم ان ہی سے پوچھ کر اُن کا طریقہ لکھو کہ کوئی خود ان سے روٹھا ہو تو وہ
اُسے کس طرح منائیں گی۔

تمہاری اپنی سہیلی

عشرت بانو

(۳۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بھول جانے والی گُل رعنا پھلو پھولو!

تم مجھے خط نہیں بھیجتیں تمہاری خوشی نہ بھیجو۔ میری خبر نہیں لیتیں تمہاری مرضی نہ لو۔ مگر میرے خیالوں ہیں تم بسی ہوئی ہو۔ میرے دل ہیں بیٹھی ہنستی رہتی ہو۔ اور تمہاری شیریں آواز میرے کانوں ہیں گونجتی رہتی ہے۔ پھر بھی تم انکار کرو کہ تم میری نہیں ہو یا میں تمہاری نہیں ہوں۔ تو کون سنتا ہے۔ اچھا اب مَن بھی جاؤ۔ مسکرا بھی دو۔ میری شکایتوں کی تلافی ہو جائے گی اور میری خفگی جاتی رہے گی۔ تم جیتیں ہیں ہاری۔ سچ تو یہ ہے رعنا میں تم سے ملنے اور مل کر بہت سی باتیں کرنے کو بیتاب ہوں آؤ اور ضرور آؤ۔ ساون شروع ہو رہا ہے۔ کئی برس پہلے اسی مہینے ہیں تو پہلے پہل ہم ملے تھے۔ برستے ہوئے موسم میں آؤ۔ پانی رم جھم کر برسے گا۔ کوئلیں کوکیں گی۔ پپیہا گائے گا۔ اور ہم لچکتی ہوئی شاخوں ہیں جھولا ڈال کر اپنے پہناپے کی سالگرہ کا جشن منائیں گے۔ کیوں آؤ گی؟ آؤ گی نا؟ اچھی میری بہن ضرور آؤ۔

تمہارے جواب کی منتظر بلکہ اس درگاہ خواجہ قطب صاحب رح سے بھی زیادہ منتظر۔

لیلےٰ

مہرولی، دہلی

(۳۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

آہ بہن!

آج کا روز محرّم کی دسویں تاریخ کس قدر غم سے لبریز دن ہے سنگدل کوفیوں نے آج ہی کے دن امام حسینؑ کو بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا تھا۔

قوم اور مذہب پر جان دینے والے فداکاروں پر آنسو نہیں بہائے جاتے فخر کیا جاتا ہے۔ امام شہید کا درجہ مذہب پر جان نثار کرنیوالوں میں بہت اونچا ہے۔ رہتی دنیا تک اُن کی شہادت پر فخر کیا جائے گا۔ کہ حق کی خاطر اُنھوں نے انتہائی دلیری سے اپنا سر کٹوا دیا۔ مگر اس فخر کے ساتھ ساتھ میری آنکھیں بے طرح آنسو بہا رہی ہیں اور میرا دل بے اختیار رو رہا ہے۔ اس تلخ گھونٹ کو جس نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں کس طرح شربت کا گھونٹ سمجھ لوں۔ جس روحانی تکلیف سے میری آنکھیں پر آب ہو ہو جائیں اور دل تڑپ تڑپ اُٹھے۔ اس غمناک حادثہ کو میں خاموشی کے ساتھ کس طرح سہہ لوں۔ تین دن کے بھوکے پیاسے رسول کے نواسے کے حلق کو تیروں سے چھیدا گیا اور پانی کے بجائے خون سے اُن کے حلق کو تر کیا گیا۔ آہ! امام مظلوم کے ہاتھ کو زخمی کیا گیا۔ آپ کے شانے پر تلواریں چلائی گئیں۔ آپ کو نیزے مار مار کر زمین پر گرایا گیا۔ تلوار کے ۳۴ گھاؤ اور نیزے کے ۳۳ زخم لگائے گئے۔ اس کے بعد شمر نے بہت بیدردی سے آپ کو ذبح کر ڈالا۔

اور نہایت بے رحمی سے سر کو تن سے جُدا کر دیا۔ پھر جسم اطہر سے کپڑے تک
اُتار لئے گئے اور گھوڑوں سے جسم مُبارک روندا گیا۔ سنگدل قاتلوں کے
سینوں میں دل نہ تھے۔ پتھر تھے۔ فولاد تھا۔ آہ! ان کے دل ذرا نہ پسیجے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن لبوں پر اپنے لب رکھتے تھے اور
بار بار جن کے بوسے لیا کرتے تھے۔ ان ہونٹوں پر چھڑیاں ماری گئیں حضرت
فاطمہ رضؓ کا چمن کربلا میں اس طرح لٹ جائے۔ امام حسین رضؓ ریگستان میں یوں
خاک و خون میں آلودہ ہوں۔ جسم اقدس یوں ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔
شافع محشر کے خاندان کو یوں مٹایا جائے اور میری آنکھوں سے آنسو نہ نکلیں
یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو اس دل دہلانے والے واقعہ پر آنسو
نہ بہائے گا۔ یہ وہ حادثہ ہے جس پر زمین و آسمان ہل گئے۔ جن و ملک کانپ
اُٹھے۔ چاند سورج رو دیئے اور ستاروں نے آہ و بکا کی۔
میں بھی رو رہی ہوں تم بھی رو رہی ہو۔ در و دیوار رو رہے ہیں اور
سارا عالم رو رہا ہے۔

سراپا غم۔ رونق اسلام

(۴۰)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

میری عزیز سہیلی تبسم آرا! شکریہ!
آخر خدا خدا کر کے تمہارا کفر آج ٹوٹا تو سہی۔ صبح یہ خاکسار آپ کی یاد

دہانی کے لیے خط لکھنے کے واسطے بیٹھ چکی تھی اور شاید یہ پانچویں یاد دہانی تھی کہ آپ کا خط، اوہ معاف کیجیے گا۔ میں بھول گئی۔ بڑے آدمیوں کا خط تو والا نامہ کہلاتا ہے۔ ہاں تو آپ کا والا نامہ ملا۔ سچ تو یہ ہے کہ اب بھی پوچھا تو مہربانی کی۔ عذر پیش کرنے سے تم نے سمجھا ہوگا کہ شاید میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔ مگر میں تو تمہاری عذر خواہی کے لٹے ہوئے فقرے پہلے ہی سمجھے بوجھے بیٹھی ہوں۔ مصروف تھی، پریشان تھی، بیمار تھی اور نہ جانے کیا کیا تھی۔ مگر یہ سب عذر لنگ ہیں جو بالکل نہ چل سکیں گے۔ یوں خوش مزاج ہو۔ خوش اخلاق ہو۔ نام بھی تبسم ہے۔ لیکن عہد شکن ہو۔ تعلق فراموش ہو۔ تمہیں دوسروں کے تڑپانے میں مزہ آتا ہے۔ دنوں خط سے ترساتی ہو۔ مگر اب کان کھول کر سن لو کہ آئندہ جواب بھیجنے میں دیر کی تو تمہاری خیریت نہ ہوگی۔ سنجیدہ اور فہمیدہ سلام کہتی ہیں۔ دعا کہنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے میں اپنی بہت سی اچھی اچھی دعائیں تمہارے لیے وقف کرتی ہوں۔

تمہیں اس قسم کی جو تم کو سب سے زیادہ عزیز ہو، کہ خط کا جواب فوراً بھیجنا۔

پتہ تمہیں معلوم ہے

ارمان بانو

بریلی ۸ اگست ۱۹۵۶ء

(۴۱)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

جمال جہاں! تمہارا محبت بھرا خط ملا۔ یہ یوں بھی آنکھوں کے لیے راحت اور دل

کے لئے سکون کا سامان ہوتا ہے۔ اور پھر اس مرتبہ تو خاص خوشخبری کا پیغامبر بن کر آیا ہے۔ اس لئے مجھے کیوں نہ پیارا ہو۔ تمہارے گلشن میں بہار آئی۔ ایک نیا پھول کھلا۔ خدا کرے عمر دراز پائے اور اس کی خوشبو سے ساری دنیا مہک اٹھے۔ وہ تمہارے دل کا سہارا ہے۔ تو میری آنکھوں کا بھی تارا ہے۔ تم نے یہ نہ بتایا کہ بچے کا نام کیا رکھا۔ کوئی بہت ہی دل کش اور نہایت خوبصورت نام رکھنا جن ناموں میں کوئی دل کشی نہیں ہوتی وہ مجھے ایک آن نہیں بھاتے۔

پیاری جمال جہاں کو ہزار محبت بھرے سلام اور بچے کو پُر شوق نگاہیں

میرے لائق کوئی کام۔ تمہاری شیریں تحریر کی منتظر

خدیجۃ الکبریٰ

(۴۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

میری پیاری دلپذیر بانو!

میں اور تم سے خفا۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ تم جیسی جان سے زیادہ عزیز سہیلی کے خط کے جواب طبیعت کی بشاشت اور پوری فرصت چاہتے ہیں۔ اور کچھ دن سے یہ دونوں میسر نہ آ سکیں۔ اس لئے تمہارے الفت نامے بغیر جواب رکھے رہ گئے۔ میں ان دنوں بہت زیادہ فکر مند رہی اور طبیعت بیحد خراب تھی۔ میں ایسی نالائق اور نامعقول تو کبھی نہ تھی اور نہ ہوں کہ تمہیں جواب بھیجنے میں

لیت ولعل برتی۔

تمہارے خطوں سے خفگی ٹپکی پڑتی ہے۔ مگر اب میرے واقعات سن کر تم نے بھی مجھے مجبور مان لیا ہوگا۔ بولو مان لیا یا نہیں۔ میری اچھی دلپذیر کچھ خیال نہ کرو اور صاف کردو اور معاف نہ کرو تو پھر جو چاہو سزا دو۔

بہن ارمان نے دہلی کی عمارات کے متعلق کچھ کتابیں منگوائی تھیں وہ میں نے بھجوا دی تھیں۔ اس کے بعد سے جو وہ غائب ہیں تو آج کا دن ہے تمہاری طرح وہ مجھ سے خفا تو نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اس خاموشی کو آخر میں کیا سمجھوں۔

پروین۔ دہلی

(۴۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دل رس بانو بیگم!

آپ کہاں ہیں اور کس رنگ میں ہیں؟ کبھی ایک لفظ بھی نہیں لکھتیں، آپ مجھے بھول گئی ہیں، تو پتہ بتلا دوں۔ اختر زمانی میرا نام ہے۔ دہلی میرا مقام ہے اور اسی جہان آباد کے اس گوشہ میں رہتی ہوں جسے احاطہ کالے صاحب کہتے ہیں۔ اور زیادہ اتے پتے کی ضرورت ہو تو پھر یاد دلانا پڑے گا کہ ابھی دو مہینے پہلے تک آپ کبھی کبھی مجھے خط بھیجا کرتی تھیں۔ مسکرانے لگیں کیوں دلرس بھلا یہ بھی کوئی ہنسنے کی بات ہے؟ تم بھول جاؤ تو میں بھی اپنا پتہ نہ بتاؤں

میں نے تمہاری لکھی ہوئی کتاب "تاجدار دو عالم" دیکھی تھی۔ اچھا بتاؤ کہاں دیکھی ہوگی۔ بازار سے حضور رسول مقبولؐ کے حالات کے متعلق کچھ کتابیں منگوائی تھیں۔ اسی میں وہ بھی تھی۔ بڑی چھپی رستم نکلیں۔ میں کیا جانتی تھی کہ تم اتنا اچھا لکھ سکتی ہو۔ کتاب ماشاء اللہ بہت اچھی ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ اگر قسم نہ کھائی ہو تو خیریت سے اطلاع دو۔

اختر رومانی

(۴۴)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

آرام دل تم بھی بڑی وہ ہو!

ثریا کے بیاہ میں تو خوب آئیں۔ خواہ مخواہ سے مجھے پھنسوا دیا۔ تمہارا انتظار نہ ہوتا تو میں گھڑی دو گھڑی شرکت کر کے واپس آجاتی۔ پورے دو دن رہی اور ہر لمحہ انتظار رہا۔ کہ حضور کی سواری شاید اب آتی ہو۔ یہ دو دن اس تکلیف میں گذارے کہ خدا کی پناہ۔ عورتوں کی مجلس خواہ غم کی ہو یا خوشی کی ایک اچھی خاصی چھوٹی سی قیامت کا نمونہ ہوتی ہے، جہاں نفسی نفسی کے غل میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ عمر بھر میں عورتوں کی کوئی خاموش اور پرسکون مجلس میں نے دیکھی ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ انتہا یہ کہ ماتمی مجلسوں میں بھی جہاں رنج والم کے سبب قبر کی سی خاموشی ہونی چاہیئے کم از کم مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسا مدھم شور ہوتا ضرور ہے۔ پھر وہ تو شادی کا گھر تھا۔ اس لیئے یہ نہیں

ایسا شور و غل مچا رہی تھیں جیسے وہ سب کی سب بینڈ باجے کی آواز کو ہرانے کی قسم کھا کر آئی ہوں۔ اور میں تو کہتی ہوں واقعی وہ جیتتیں۔ باجہ تو ایک طرف اگر اس وقت صور بھی پھونک دیا جاتا تو اس کی آواز بھی ان بہنوں کے طوفان بدتمیزی میں دب کر رہ جاتی۔

لباس کے معاملے میں عجیب عجیب بے تکے فیشن دیکھنے میں آئے کوئی ایک صاحبہ بھی ایسی نہ تھیں جو اپنی خاص وضع پر قائم ہوں۔ کوئی اونچی ایڑی کا جوتہ پہنتے ہوئے تھیں تو کوئی کوٹ ڈانٹے ہوئے تھیں۔ کسی بہن نے چوٹی سے فارغ البال ہو کر مردانہ بال رکھے تھے۔ تو کوئی بے ضرورت آنکھوں پر بڑا سا چشمہ لگائے ہوئے تھیں۔ اور جو بہنیں فیشن کے تباہ کن سیلاب میں پورے زور شور سے نہیں بھی بہیں اُنھوں نے بھی بھیڑ چال کو دیکھ کر اپنے ہونٹوں کو گلابی رنگ سے رنگ ضرور لیا تھا۔ اور ناخنوں کو سُرخی سے خوب چمکائے ہوئے تھیں۔

جن بہنوں کے لباس میں اعتراض کی کم گنجائش تھی انھوں نے زیورات کے استعمال میں دنیا بھر کی عورتوں سے دو قدم نہیں بلکہ شاید سو قدم آگے رہنے کی قسم کھائی تھی۔ ان کے گلے میں سے کانوں میں سے اور ہاتھوں میں سے تمام زیورات اتروا کر تولا جاتا تو ایک ہتھکڑی یا بیڑی کے بوجھ سے ضرور بڑھ جاتا۔

تمیز کا یہ عالم تھا کہ فرش کی چاندنی جو بچھانے کے وقت یقیناً سفید برف سی ہوگی قسم قسم اور رنگ برنگ کے داغ دھبّوں سے لالہ زار بنی ہوئی تھی اور گھر کی دیواریں جن کو ان محترم اور باتمیز مہمانوں کے سبب رنگ و روغن سے

آراستہ وپیراستہ کیا گیا تھا۔ پان کی پیکوں اور پچکاریوں سے گلزار بنادی گئی تھیں۔

جوتیاں چرانے کی واردات بھی ایسی مجلسوں میں اکثر ہو جایا کرتی ہے بعض بہنیں شاید پرانی اور بوسیدہ جوتیاں پہن کر ہی اس لیے آتی ہیں کہ نئی اور چمکدار جوتیوں کو پسند کرتے ہیں وہاں جتنی آسانی ہوتی ہے بازار سے خریدنے میں کہاں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ رونق افروز ہو جانے کے بعد جب اُن کی نگاہیں کوئی بالکل نئی اور بہت بڑھیا جوتی پسند فرمالیتی ہیں تو وہ واپسی کے وقت بے جھجک اُسے زیب پا کر لیتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ ان ہی کی ہو۔ اور اگر کہیں اتفاق سے اصلی مالکہ کی نظر پڑ بھی جائے تو وہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ چرائی ہوئی جوتی کو جلدی سے اتارتے ہوئے اپنی یادداشت کو دو چار کوسنے بھی دیں گی۔ تاکہ آپ ایمان لے آئیں کہ جو کچھ ہوا واقعی غلطی سے ہوا۔ اسی لیے میں نے نعلین در بغلین پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر پھر خلاف آداب سمجھ کر جوتی فرش کے قریب چھوڑنی ہی پڑی۔ حالانکہ دل میں یہ خدشہ تھا کہ وہ غریب کہیں ہمیشہ کے لیے داغ جدائی نہ دے جائے۔ چند گھنٹے بعد پھر جو دیکھا تو واقعی وہاں نہ تھی۔ البتہ چلتے وقت اس کے بدلے میں ایک پرانی جوتی ملی۔ جو شاید غدر سے پہلے کی ہے۔ سوچ رہی ہوں ثریا کی شادی میں ملی ہوئی اس سوغات کو بذریعہ پارسل تمہارے پاس بھیجدوں۔

تم سے ناراض

سلیمہ بانو

(۴۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

کیوں بی سکندر سلطان!

دو مہینے سے کہاں غائب ہو؟ اتنے عرصہ سے جو تمہارا خط نہیں آیا تو
میں نے جانا کہ شاید اس قسم کا کوئی قانون جاری ہو گیا ہے کہ آگرہ کے رہنے
والے دہلی کے خاک نشینوں کو کوئی خط نہ لکھیں۔ روزانہ اخبار پڑھتی ہوں ان میں
بھی چھان مارا اور لوگوں سے دریافت بھی کیا۔ مگر یہاں اس قسم کے کسی قانون
کا کوئی حال معلوم نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دہلی میں اعلان ہو جاتا کہ یہاں سے
کوئی خط ہرگز ہرگز آگرہ نہ بھیجا جائے۔

سمجھتی ہوں کتابوں میں غرق ہو گی اور کشیدہ کاری میں مست ہو گی۔
اس کے علاوہ اور بھی بہت سی الا بلا مصروفتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ ماننے پر
بھی کہ تم بے طرح مصروف ہوئیں کہتی ہوں ایسی بھی کیا بے رخی۔

کچھ دن سے بیمار ہوں جی چاہتا ہے کہ تم جیسی پیاری سہیلی مزاج پرسی کو
آتی مگر تم ایسی کٹر ہو کہ تمہیں میرے مرنے کی بھی خبر ملے تب بھی وہاں سے نہ ہل

اچھا میری مصروف بہن نہ آؤ مگر اپنی محبت بھری تحریر تو بھیجو۔

دریا گنج — آرام جان

دہلی — ۱۲ اگست ۱۹۳۷ء

(۴۶)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

ستارہ!

اگر ناراض نہ ہو تو دعا، اور خفا ہو تو دست بستہ سلام. میں تو اس لیے تمہیں ناراض کیا کرتی ہوں کہ مجھے تم کو منانے میں مزہ آتا ہے. ورنہ حکم اور وہ بھی کس کا ستارہ جیسی عزیز سہیلی کا. انکار وہ بھی کس سے نشاط جیسی خادمہ سے یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اطمینان رکھو.

تم بلاؤ تو سہی میں ضرور آؤں گی. بغیر بلائے کس طرح آجاؤں کہ اس طرح مجھے خدا کے ہاں جانا بھی منظور نہیں. تم سے کسی نے غلط کہا کہ میں لاہور آئی تھی اگر آتی تو یہ ممکن تھا؟ کہ تم سے ملتی تک نہیں.

کئی دن سے تمہاری یاد بے ساختہ ستا رہی تھی. خدا خدا کر کے عرصہ کے بعد آج تمہارا شکایتوں سے لبریز خط فردوس نظر ہوا. نہ معلوم کیوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ تم میرے پاس ہوتیں. شاید اس لیے کہ تم میری بات بات پر چڑو اور میں بار بار تمہیں مناؤں.

نشاط آرا - سرگودھا.

(۴۷)

سمدھن کا خط سمدھن کے نام

بہ جلیس بہن! کچھ فکرمند اور آزردہ سی بیٹھی تھی کہ آپ کے عنایت نامہ نے

آکر نوازا۔ لفافہ پر آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ آپ نے بھی بھولے ہوؤں کو یاد کیا۔ اس سے زیادہ مسرت کی گھڑی اور کونسی ہوگی کہ آپ سرورِ دو عالمؐ کے دربار میں حاضری کے لئے جا رہی ہیں۔ خوش نصیب ہیں انصاف بانو کہ انھیں بھی یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ میں آپ لوگوں کو وداع کرنے آتی لیکن کچھ ایسی الجھنوں میں گرفتار ہوں کہ خواہش کے باوجود نہ آسکی۔ انصاف بہن سے میرا سلام کہہ دیجئے گا۔ بچوں کو پیار کیجئے۔ دلہن بیٹی پوچھیں تو کہئے گا تمہیں کچھ نہیں لکھا۔ غضب خدا کا ڈیڑھ مہینے میں انھوں نے ایک حرف تک نہ لکھا۔ انصاف بہن سے پوچھئے گا تم حج کو چلیں میں نے تمہیں خدا کو سونپا۔ تم مجھے کس کو سونپ چلیں۔

دیوبند خورشید نسرین

(۴۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

علیش بانو!

وہی جان ہے وہی جہان ہے۔ وہی زمین ہے وہی آسمان ہے۔ وہی بھوپال ہے وہی دہلی ہے وہی تم علیش بانو وہی میں جاں نثار۔ فروری میں تمہارا محبت نامہ آنکھوں کا نور دل کا سرور بن کر آیا تھا۔ مارچ گذرا۔ اپریل گیا۔ مئی بھی ختم ہوا۔ آج جون کی ۱۱ تاریخ ہے لیکن تمہارا خط نہ آنا تھا نہ آیا۔ فروری کے خط میں تم نے بھوپال آنے کا وعدہ کیا۔ پر نہیں آئیں۔ میں راہ

ہی تکتی رہی۔ تم سے وفا کی اُمید کوئی کیا رکھے۔ مگر اب تمہیں یہ دین معہ سود ادا کرنا ہوگا۔ اگلے ہفتے میں میری چھوٹی بہن کی شادی ہے۔ آنسہ، اور عشرت بھی شریک ہو رہی ہیں۔ تمہیں پہلے سے شرکت کرنی ہوگی۔ ورنہ پھر سمجھ لو میں بھی اپنے نام کی جاں نثار ہوں۔

نکاح کی تاریخ ۱۸ جون مقرر ہے۔ ایک بار پھر سن لو۔ تمہیں میرے ہاں آنا ہے۔

جاں نثار خانم — ناز منزل

بھوپال — ۱۱ جون ۳۶ء

(۴۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

راج دُلاری!

نہ القاب نہ آداب میں نے ایک دم تمہارا نام لکھ دیا۔ شاید تم بُرا مانو۔ لیکن بے حد لمبے القاب اور کئی کئی سطروں کے آداب کے بعد حرفِ مدعا تک پہنچنا زمانہ قدیم کی اور عہد فراغت کی باتیں ہیں۔ آج کل کی مصروف زندگی میں یہ کہاں ممکن ہے؟

تمہاری مہمان نوازی کا لطف اٹھانے کے بعد میں جو یہاں پہنچی تو کچھ ایسے

جھگڑوں میں پھنس گئی کہ فوراً ہی خط نہ لکھ سکی۔ وہاں تم اور تمہارے گھر کی سب عورتیں میرے ساتھ جس قدر محبت سے پیش آئیں اور جس قدر گرمجوشی سے میری میزبانی کی گئی اس کا مجھ پر بڑا اثر ہے اور میں بہت ممنون ہوں اور وہ جو تمہاری چھوٹی بھابی ہیں نادر دانہ دُلہن اُنہوں نے تو اپنی شیریں بیانی اور اخلاق و عادات سے سچ مچ مجھ کو موہ لیا۔ نئی دلہن ہونے پر بھی اُنھوں نے ایسی خدمت گذاری کی کہ انتہا کر دی۔ مگر میں نے دیکھا تمہارے ہاں اُن کی مٹی پلید ہے تم سب کو اُن کی خاک محبت نہیں۔ اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات ہے بد قسمتی سے سسرال کا یہ برتاؤ ہر دلہن کے ساتھ عام ہے۔ ناگوار باتیں سنانی اور طنز آمیز ٹہکیاں لینی سب فرض اوّلین سمجھتے ہیں۔ دُلہن کے ماں باپ بھائی بہن اور اس کے میکے کے ہر آدمی اور ہر چیز میں عیب نکالے جاتے ہیں! ور نقص بتائے جاتے ہیں۔ اگر دُلہن مُنہ پھوڑ کر جواب دے دے تو فوراً ہی اُسے بے شرم اور مُنہ پھٹ کے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن دلاری بہن خود سوچو کہ ضبط کرنے اور جواب نہ دینے پر بھی کیا سسرال کی طرف سے قدرتی طور پر دلہن کا دل میلا نہ ہوتا ہوگا۔ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود تعجب ہے تم نے اس چھیڑ چھاڑ کو نہ روکا۔ بلکہ بعض اوقات خود بھی اس ظلم وستم میں شریک ہو جاتی ہو۔ اس طور طریق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دُلہن اگر چند دنوں میں ہی اس گھر سے مانوس ہوتیں تو اب اُنس پیدا ہونے میں برسوں لگیں گے اور یہی بہت سی تلخیاں عمر بھر یاد رہیں گی۔

میں ہوں تمہاری انتخاب بانو۔ از اندور

چھوٹوں کی طرف سے بڑوں کے نام

(۱)

بھانجی کا خط خالہ کے نام

مکرمہ خالہ صاحبہ!

مودّبانہ سلام قبول فرمائیے!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ آپ کی بیماری کی خبر سُن یہاں سب کو تشویش ہوئی امّاں جی کہتی ہیں کہ اگر ابھی تک خدا نہ کرے آپ کی طبیعت اسی طرح ہے تو دو چار روز کے لئے وہ آپ کے پاس ہو جائیں۔ آپ کا جواب آنے پر وہ سوار ہو جائیں گی۔

بڑی آپا سلام کہتی ہیں اُن کا خیال تو یہ ہے کہ طبیعت کچھ سنبھل گئی ہو تو مہینہ بیس دن کے لئے آپ یہاں تشریف لے آئیں۔ اس طرح ہمیں بھی آپ کی خدمت کا موقع مل جائے گا۔ میری دعا ہے کہ خدا آپ کو جلد تندرست کر دے اور آپ کی ملاقات سے شاد کام کرے۔ اپنی صحت کی خوشخبری سے جلد مطلع کیجئے۔ تاکہ ہم سب کو اطمینان ہو۔ والسلام۔

نور جہاں
۱۳ دسمبر ۱۹۸۰ء

فتیش محل
دہلی

(۲)

بھانجی کا خط ممانی کے نام

کہکشاں منزل ۔ جمشید پور

میری اچھی مومانی!

آپ کا شفقت نامہ ملا۔ آپ کی روز بروز بڑھتی ہوئی عنایتوں میں کس طرح شکریہ ادا کروں۔ سخاوت میں آپ نے حاتم کی یاد تازہ کر دی۔ اس کڑکڑاتے جاڑے میں آپ غریبوں کو تقسیم کرنے کے لئے لحاف نہ بھیجتیں تو نہ معلوم ان بیکسوں کا کیا حال بنتا۔

برتاؤ میں آپ شاخِ گل ہیں جو بوجھ سے جھکی پڑتی ہے مدرسہ نسواں کی منتظمہ جو اس زنانہ مدرسہ کے واسطے امداد حاصل کرنے جمشید پور گئی تھیں آپکی مہمان نوازی اور غربا پروری کی بہت تعریف کرتی تھیں کہ اتنا اونچا درجہ پانے کے باوجود آپ غریبوں سے بہت جھک کر ملتی ہیں۔

آپ کی اس عمدہ روش سے میں نے سبق حاصل کیا ہے۔ انشاء اللہ میں اپنی زندگی میں ہمیشہ غریبوں کی امداد کروں گی اور ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آوں گی۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے سبب آپ ان غریبوں کے دلوں پر بادشاہت کر رہی ہیں اور وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ آپ کو سامنے رکھتے ہیں۔ قبلہ ماموں صاحب سے میرا مودبانہ سلام کہدیجیے۔ والسلام۔

بلقیس جمال جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

(۳)

بھتیجی کا خط چچی کے نام

ساکچی بازار جمشید پور
۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء

قابلِ تعظیم چچی صاحبہ آداب!

عنایت نامہ آیا۔ سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا اور بہت بہت خدا کا شکر ادا کیا کہ بھولی ہوئی عباسی کو مدّت کے بعد آپ نے یاد کیا۔

نزہت بہن کی شادی ہزاروں مسرتوں کے ساتھ آپ کو مبارک ہو اور ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو۔ میں ضرور آتی شرکت کا اس سے زیادہ ضروری موقعہ اور کون سا آئے گا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ کے بھتیج داماد کو آج کل رخصت نہیں مل سکتی ورنہ وہ مجھے ضرور پہنچا آتے۔ خود اکیلی اس لئے نہیں آسکتی کہ بہت دور کا معاملہ ہے۔ اور کئی ننھے بچوں کا ساتھ ہے۔ آپ کے بھتیج داماد اس مسرت کے موقعہ پر آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ میں بھی والسلام۔

آپ کی کفش بردار
عباسی بانو

(۴)

شاگرد کا خط اُستانی کے نام

محترمہ مخدومہ!

آپ کا کرم نامہ ملا۔ اپنے کو کیوں نہ خوش بخت جانوں کہ آپ کبھی کبھی یاد کرتی ہیں اور اپنے عنایت ناموں سے سرفراز فرماتی ہیں۔

حضرت خاتون جنت کے حالاتِ زندگی پر میں نے بیشک ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے جو بفضلہ تعالیٰ بہت خوبصورت چھپی۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اِس کی جلد آپ کو نہ بھیجی جاتی۔ چھاپے خانے سے کتابیں آتے ہی سب سے پہلے میں نے ایک جلد اپنی جان سے پیاری استانی کے نام بھیجی تھی جس کے لطف و کرم سے میں آج اس قابل ہوں کہ دو حرف لکھ سکوں۔ ڈاکئے ڈاکو ہو گئے ہیں اگر وہ خوبصورت کتاب ڈاک میں تلف ہو گئی ہو تو کچھ تعجب نہیں مجھے مجرم نہ ٹھہرائیے۔ بلکہ اُسے میری نارسائی تقدیر کی تاثیر سمجھئے اب پھر ایک جلد بھیج رہی ہوں اور بروقت روانگی بہت تنگی سے کر رہی ہوں۔ یا الٰہی یہ کتاب تیرے حفظ و اماں میں مقام مقصود تک پہنچ جائے۔ اور میری شفیق استانی میری اس دینی خدمت کو پسند کر کے دعائے سلامتی ایمان دیں۔

گلشن منزل
۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

گوہر سلطان
بھوپال

(۵)

بیٹی کا خط ماں کے نام

اماں جان!

میں بخیریت شاہجہاں پور پہنچی۔ بھابھی جان کی طبیعت اب پہلے سے اچھی ہے۔ اُنہوں نے مجھے بڑی اچھی اچھی کتابیں پڑھنے کے لئے دی ہیں ان میں سے ایک کتاب میں نامور عورتوں کی زندگی کے حالات ہیں میں تو پڑھ کر دنگ رہ گئی کہ پچھلے زمانہ میں کیسی کیسی جانباز اور دلیر عورتیں گذری ہیں۔ آپ کی معلومات کے لئے میں ان بہادر عورتوں میں سے چند کا حال لکھتی ہوں۔

خانزادہ بیگم شہنشاہ بابر کی بہن تھیں۔ عقل فراست میں ان کا جواب نہیں تھا۔ سمرقند کے بادشاہ شیبانی خاں کے پرزور حملوں کو خانزادہ بیگم نے عرصہ تک بڑی عقلمندی سے روکا۔

جانی بیگم شہنشاہ اورنگ زیب کے لڑکے شہزادہ محمد اعظم کی بیگم تھیں۔ بیجا پور فتح کرنے کے سلسلے میں جب لڑائی نے خطرناک صورت اختیار کرلی تو جانی بیگم نے ہاتھی پر سوار ہو کر اور کچھ سواروں کو ہمراہ لے کر دشمن پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور تیروں کا مینھ برسا دیا۔ ان کا نشانہ لاجواب تھا۔ دشمن کے بڑے بڑے افسر نشانہ بن کر رہ گئے۔ پھر ایک رات کو اُنھوں نے دو ہزار فوج ہمراہ لے کر سوتے ہوئے دشمن پر ہلّہ بول دیا۔ اور رات بھر لڑتی رہیں۔ بیجا پور کی وہ لڑائی محض اس دلیر خاتون کے سبب سے ہی جیتی گئی۔

امتہ الحبیب شہنشاہ اورنگ زیب کے دوسرے لڑکے شہزادہ محمد معظم کی بیگم تھیں۔ دنیا کے جانباز جرنیلوں میں ان کا شمار ہے۔ جب ان کے شوہر اور ان کے دیور محمد اعظم کے درمیان کشیدگی بڑھی تو وہ بہادر خاتون شمشیر بکف میدان میں آئیں۔ سارا جسم لوہے میں غرق تھا۔ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھیں۔ فولادی ٹوپی سر پر تھی۔ دونوں پہلوؤں میں دو تلواریں لٹکی ہوتی تھیں۔ اور ترکش میں زہر کے بجھے ہوئے تیر بھرے ہوئے تھے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ امتہ الحبیب ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتی تھیں۔ کبھی مورچوں کا معائنہ کرتی تھیں کبھی سرداروں کو احکامات دیتی تھیں۔ کبھی نقشہ جنگ پر غور کرتی تھیں اور کبھی شیر غرّاں کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑتی تھیں۔ بالآخر یہ دلیر اور شجاع بیگم لڑائی جیت کے رہیں۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے بہت سی لڑائیاں جیتیں جو تاریخ میں یادگار ہیں۔

آرزم بیگم سیادت خاں ایک نامی امیر کی لڑکی تھیں۔ انھیں بھی تیراندازی میں کمال حاصل تھا شہنشاہ اورنگ زیب اور داراشکوہ کے درمیان جب خوفناک جنگ برپا ہوئی تو اس نے داراشکوہ کی طرف سے لڑائی میں پرجوش حصّہ لیا۔ اور شہنشاہ اورنگ زیب کی فوجوں پر تیروں کا مینہ برسا دیا۔ شہنشاہ کو جب اپنی اس مخالف خاتون کی دلیری کا حال معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے۔

آغا بیگی امیر تیمور کی پوتی تھی زرہ بکتر اور لوہے کا خود پہن کر میدان میں آتی تھیں۔ اور پورے جوش و خروش کے ساتھ لڑتی تھیں۔ ایک مرتبہ دشمنوں نے انھیں چالاکی سے گرفتار کرنا چاہا لیکن آغا بیگی بے حد دانشمند اور عاقل خاتون

تھیں ان کی چالاکی بھانپ گئیں اور میدان میں جی توڑ کر لڑیں۔ دشمنوں کو جو خود بھی بہادر تھے بھاگتے ہی بنی۔ لیکن اس دلیر خاتون نے نہایت ہوشمندی سے سب کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور میں بھیجدیے بادشاہ نے اپنے ایک خاص فرمان میں ان کی شجاعت کی بیحد تعریف کی۔

حمیدہ بانو بیگم تیرہ برس کی عمر میں مسلمان ہوئیں۔ لیاقت و ذہانت میں ان کا جواب نہ تھا۔ تیر اندازی میں ماہر اور شمشیر زنی میں کمال رکھتی تھیں۔ سلطان بایزد کی فوج میں انھیں لفٹنٹ کا عہدہ ملا ہوا تھا۔ یورپ کے میدان میں اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھانے میں اس دلیر خاتون نے بڑا حصہ لیا۔ لیکن سلطان تیمور نے جب بایزید کی ستر ہزار ترک فوج کو دھوکے سے سرنگ لگا کر اڑا دیا تو بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ حمیدہ بانو بیگم بھی تیموریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئیں۔ تیمور نے تمام قیدیوں کو قتل عام کا حکم دیدیا۔ لیکن حمیدہ بانو نے سر دربار ایسی پر جوش تقریر کی اور تیمور کی سنگدلی اور بے رحمی کا ایسا نقشہ پیش کیا کہ تیمور شرمندہ ہو کر رہ گیا اور سب قیدیوں کی جان بخش دی۔ اس شجاع خاتون کی اس تلخ اور سخت لیکن سچی اور کھری تقریر نے سلطان تیمور کے دل پر بڑا اثر کیا۔ چنانچہ اس نے حمیدہ بانو بیگم سے شادی کر لی اور مہر میں ملک چین اس کے نام کر دیا۔

رضیہ سلطانہ پہلی مسلمان ملکہ ہیں جنھوں نے تخت دہلی پر بیٹھکر سارے ہندوستان پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ ان کے بھائی نے جوان سے پہلے حکومت کر چکا تھا شریعت کا احترام اٹھا دیا تھا۔ رضیہ سلطانہ نے شرعی

احکام کو دوبارہ رائج کیا۔ وہ انتہا درجہ سرگرم اور مستعد ملکہ تھیں۔ لاہور اور ملتان کے گورنروں نے جب بغاوت کی تو شیر دل سلطانہ ایک زبردست لشکر لے کر خود میدان میں آئیں۔ اور اس قدر شجاعت اور جاں بازی سے لڑیں کہ دشمنوں کو پاش پاش کر کے رکھدیا۔ با ہمت اور حوصلہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت با اخلاق اور خدا ترس خاتون تھیں۔

چاند بی بی نظام الملک والئ دکن کی بیٹی تھیں۔ باپ کے بعد وہی تخت و تاج کی وارث ہوئیں انھیں جانبازی اور سرفروشی میں بڑی شہرت حاصل ہے۔ شہنشاہ اکبر کی فوجوں کو اس دلیر خاتون کے ہاتھوں بہت دفعہ منہ کی کھانی پڑی۔ دکن کی تاریخ اس ملکہ کی شجاعت کے کارناموں سے لبریز ہے۔

نورجہاں شہنشاہ جہانگیر کی ملکہ تھیں۔ تیر اندازی میں انھیں بڑی شہرت حاصل ہے۔ شیر کے شکار سے بھی انھیں بڑی دلچسپی تھی۔ ایک مرتبہ سردار مہابت خاں نے دھوکہ سے شہنشاہ جہانگیر کو نظر بند کر دیا تو ملکہ نورجہاں نے انھیں آزاد کرانیکے لئے مہابت خاں پر حملہ کر دیا اور بہت بہادری سے لڑیں۔

ان بیگمات کے علاوہ اور بھی بہت سی بہادر اور جاں باز عورتیں ہیں جن کے حالات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں مگر اماں آج کل کی عورتیں تو جنگ کا نام سنتے ہی خوف سے لرز جاتی ہیں۔ معلوم نہیں ان کی یہ بزدلی کب ختم ہوگی۔

۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء
شاہجہاں پور

ناچیز کنیز
قدسیہ بانو

متفرق خطوط

(۱)

مدرسہ میں رخصت کی عرضی

محترمہ جناب استانی صاحبہ آداب!

میں کل شام سے بخار میں مبتلا ہوں. اس لئے عرض ہے کہ مہربانی فرما کر دو روز کی رخصت عنایت کی جائے۔ والسلام

خادمہ
دُرِ شہوار
جماعت سوم

(۲)

مریضہ کے حال سے ڈاکٹر کو اطلاع

جناب ڈاکٹر صاحب!

گلاب (خادمہ) کے ہمراہ نورِ چشمی آصفہ بانو کو بھیج رہی ہوں۔ اسے کل رات سے شدید بخار ہے اور کھانسی کی شکایت ہے۔ مناسب نسخہ تجویز کر کے دوا دیجیے۔

والدہ آصفہ بانو

(۳)

محفلِ میلاد میں شرکت کی دعوت

میری عزیز بہن!

۵ رمضان ہفتہ کی دوپہر کو ۲ بجے میرے مکان میں میلاد کی زنانہ محفل منعقد ہوگی۔ محترمہ سیدہ اختر زمانی بیگم صاحبہ کو میلاد شریف پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ شرکت فرما کر مجھے ممنون کیجیے۔

خیر اندیش	چوڑی والان
کنیز فاطمہ	گلی حکیم جی والی

(۷)

زنانہ جلسہ کی صدارت کی درخواست

محترمہ عصمت بانو صاحبہ!

موجودہ تباہ کن رسم و رواج کی روک تھام پر غور و بحث کرنے کے اگلے ہفتہ ایک زنانہ جلسہ محترمہ نیلوفر بیگم صاحبہ کے دولت خانے پر ہونا قرار پایا ہے۔ اس جلسہ کی صدارت کے لئے آپ کا نام نامی تجویز کیا گیا ہے براہ کرم اپنی منظوری سے مطلع فرمائیے۔ اور یہ بھی تحریر کیجیے کہ آئندہ ہفتہ کی کس تاریخ میں آپ کو سہولت ہوگی۔ اور کونسا وقت آپ کے خیال میں مناسب ہوگا۔ تاکہ جلسہ کا اعلان کر دیا جائے۔

راحت منزل
۱۳ر دسمبر ۱۹۳۲ء

نیاز مند
گلچین بیگم
آگرہ

(۵)

روزہ کشائی کی دعوت میں شرکت سے معذوری

بہن دل آرام بانو!

راحت جان اقبال بانو! ۷ رمضان کو پہلا روزہ رکھیں گی۔ اِس مسرت آمیز تقریب پر میں آپ کو دلی مبارک باد دیتی ہوں۔ میں ضرور شریک ہوتی۔ لیکن چونکہ ۵ رمضان کو میرے شوہر کی رخصت ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم لوگ ۴ رمضان کو واپس جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ میری مجبوری مدِّ نظر رکھ کر آپ میری عذر خواہی کو قبول کریں گی۔ آخر میں، میں پھر ایک مرتبہ آپ کو اس سعید تقریب پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔

خورجہ
۲ رمضان

نیاز و السلام
عذر خواہ
دلبر خاتون

(۶)

دعوت کی منظوری کا رقعہ

گلزار بانو!

آپ نے اپنی پیاری سہیلی ساجدہ بیگم کو وطن واپس آنے کی خوشی میں جو جلسے کی دعوت دی ہے اس میں میری شرکت کو بھی آپ نے اتنا ضروری سمجھا کہ تاکیداً بلا بھیجا ہے۔ اس کے لئے میں شکر گذار ہوں۔ اور انشاء اللہ وقت مقررہ پر ضرور حاضر ہوں گی۔

محمد علی پارک
الہ آباد

آپ کی سہیلی
دل نواز بانو

(۷)

زنانہ نمائش میں ہمراہ چلنے کی درخواست

گل اندام!

بڑی ضدی ہو۔ ہم سب لاکھ سر پٹخا کیے۔ مگر تم کو زنانہ باغ میں نہ آنا تھا نہ آئیں۔ اب پرسوں سے زنانہ نمائش شروع ہو رہی ہے۔ میں نے اماں جان سے پہلے ہی روز جانے کی اجازت لے لی ہے۔ تم پرسوں ٹھیک تین بجے میرے ہاں آجانا۔

اور اگر نہ آئیں تو پھر یاد رکھنا میں بھی روٹھ جاؤں گی۔ اور پھر ہرگز نہ منوں گی ؟

دلدار بانو

۶ر جولائی ۱۹۳۶ء

(۸)

محفلِ میلاد کا بُلاوا

بسمِ اللہِ الرحمٰنِ الرحیم

نورِ نبی ہے جلوہ گر صلِ علیٰ محمدؐ!

پھیلی ہے چار سو ضیا صلِ علیٰ محمدؐ

محترمہ!

بتاریخ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ بعد نمازِ عشاء میرے غریب خانے میں محفلِ میلاد سرورِ کائنات رسولِ مقبول محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد ہوگی۔

التماس ہے کہ شرکت فرما کر ثواب حاصل کیجیے۔ اور مجھے شکر گزار بنائیے۔

خیر اندیش
فاطمہ اختر

اختر منزل
نوشہرہ

(۹)

روزہ کشائی کی دعوت

مخدومہ!

بتقریب روزہ کشائی راحت جان شادمانی بانو خدمت عالی میں استدعا ہے کہ بتاریخ ۱۵ ر رمضان المبارک بروز پیر میرے غریب خانہ پر روزہ افطار فرمائیے اور بعد نماز مغرب کھانا نوش جان کر کے مجھے ممنون کیجئے۔

سڑک بازار
کرنال

حقیر
نورالابصار بیگم

(۱۰)

نیاز شریف کا بلاوا

نیاز شریف

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی حضرت محی الدین
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
قدس سرہٗ
جو ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ کی صبح کو میرے غریب خانہ پر ہوگی۔
آپ کی شرکت اور تناول طعام کی
تمنائی
شیریں بیگم چاہ شیریں

(۱۱)

لڑکی کے نکاح کی دعوت

مکرمہٗ!

خدا کا شکر ہے کہ ۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۳ھ بدھ کے دن عصر و مغرب کے درمیان میری لختِ جگر روحہ بیگم کے نکاح کی رسم ادا کی جائیگی۔ میری استدعا ہے کہ مقررہ تاریخ پر براہِ مہر و محبت مجلس عقد میں شرکت فرما کر مجھے شکرگزاری کا موقع دیں۔

الداعی ________________

زیب النساء بیگم صدر بازار میرٹھ

(۱۲)

تسمیہ خوانی کا بلاوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیاری بہن!

یہ خوش خبری آپ کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ برخوردار علی رضا کی تقریب تسمیہ خوانی ۲۰ شوال المکرم ۱۳۴۲ھ کو ظہر اور عصر کے درمیان ادا کی جائے گی۔

میری التجا ہے کہ اس تقریب سعید میں شرکت فرمائیے اور دوپہر کا کھانا غریب خانہ پر ہی کھائیے۔

آصف گنج
حیدرآباد دکن

نیاز مند
بلقیس جمال

(۱۳)

ختم قرآن شریف کا بُلاوا

اللہ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان اور رسول پاکؐ پر ہزار درود و سلام کہ آج مجھے یہ مبارک ساعت نصیب ہوئی کہ بہنوں کو اپنے نور نگاہ حافظ اختر سعید سلمہٗ کے حافظ قرآن ہونے اور پہلی محراب سُنانے کا روح افزا مژدہ سُناؤں۔ آپ سے التماس ہے ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ جمعرات کے دن غریب خانہ پر روزہ افطار کریں۔ کھانا تناول کریں۔ اور تقریب ختم قرآن شریف میں شرکت فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں۔

نسیم منزل
دہلی

آپ کی بہن
شمشاد بانو

(۱۴)

زنانہ مدرسہ کے افتتاح کی تقریب

جنابہ!

یہ سُن کر آپ کو مسرّت ہو گی کہ اسلامیہ زنانہ مدرسہ کی ایک شاخ بڑی حویلی واقع رنگ محل میں کھولی جا رہی ہے۔ افتتاح کی رسم بتاریخ ۱۶ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۲ھ صبح سات بجے ادا کی جائے گی۔ رسم افتتاح کی ادائیگی کے لیے مخدومہ مربی امّاں (والدہ صاحبہ مولانا محمد علی شوکت علیؒ) سے استدعا کی گئی ہے اور پوری اُمید ہے کہ وہ ضرور تشریف لائیں گی۔ اس مبارک تقریب میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ تعلیم سے آپ کو چونکہ دلچسپی ہے، اس لیے مجھے اُمید ہے کہ آپ ضرور قدم رنجہ فرما کر جلسہ کو رونق بخشیں گی۔

آپ کی نیاز مند،

انیس خاتون منتظمہ اسلامیہ زنانہ سکول

(۱۵)

شادی کے کارڈ کا مضمون

مکرمہ!

خدا کے فضل سے برخوردار شمشاد احمد کی تقریب نکاح کی تاریخ ۱۲ جنوری قرار پائی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ براہ کرم صبح ۸ بجے غریب خانہ پر تشریف لاکر برات کے ہمراہ کاشانۂ عروس تک چلنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی التماس ہے کہ ۱۳ جنوری کو دن کے ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک جس وقت بھی آپ کو سہولت ہو میرے مکان پر طعام تناول فرماکر مجھے منت پذیر بنائیں۔

المکلف

احترام النساء بیگم نیا م پلی حیدرآباد

(۱۶)

شادی کا بلاوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

بتقریب شادی کتخدائی برخوردار عنایت الرحمٰن طول عمرہٗ

بتاریخہائے ذیل غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر عقد مسنونہ میں ہم نشینی

کی عزت اور مہربانی کی مسرت کا فخر عطا کریں۔

تاریخ ماہ وسنہ	وقت	تقریب	کیفیت
۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ یوم جمعرات	صبح دس بجے	شرکت بارات ونکاح و دعوت طعام	از غریب خانہ تا بخانۂ عروس
۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ یوم جمعہ	صبح دس بجے	ولیمہ مسنونہ	غریب خانہ خاکسار

سراپا انتظار

افتخار بیگم صدر منزل الٰہ آباد

(۱۷)

شادی کے کارڈ کا ایک اور نمونہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب عقدِ برخوردار احتشام الدین سلمہٗ

رونق افروزی و تناولِ طعام کی آرزومند

شمولیت برات:- ۲۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۱ھ

بروز ہفتہ۔ وقت گیارہ بجے دن

دعوت ولیمہ:- ۲۳ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۱ھ

بروز اتوار۔ وقت گیارہ بجے دن

شبستان بیگم

قوس قزح منزل

حیدر آباد۔ دکن

(۱۸)

شادی کے کارڈ کی ایک اور طرز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نرگس شہلا بانو بیگم لطیف الدین احمد وکیل ہائیکورٹ

کی تمنا ہے کہ از راہِ مہربانی برخوردار بشیر الدین احمد کی تقریب عقد میں رونق افروز ہو کر ممنون فرمایئے۔

وقت تقریب:- ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ بروز جمعرات
وقت چار بجے شام

(۱۹)

شادی کے کارڈ کے لئے مختلف اشعار

نیچے لکھے ہوئے اشعار کارڈ کی عبارت کے ساتھ بڑھائے جا سکتے ہیں.

ذرا تکلیف تو ہوگی بلا شک آنے جانے ہیں　　　مگر عزت مری بڑھ جائیگی تشریف لانے ہیں

آپ کے آنے سے گھر میں روشنی ہو جائے گی

ذرہ ذرہ سے نمایاں زندگی ہو جائے گی

تشریف لا کے خوش دلِ بیتاب کیجئے　　　ذرہ کو آفتاب جہانتاب کیجئے

نہ کیجئے مجھے محروم لطف فرمائی　　　حصولِ خدمتِ اقدس کی ہوں تمنائی

عقد فرزند بھی ہے شوقِ ملاقات بھی ہے

آپ کا فرض بھی ہے حسنِ مراعات بھی ہے

کلیاں چٹک چٹک کر غل سا مچا رہی ہیں　　　حوریں بھی اب فلک پر خوشیاں منا رہی ہیں

آپ آئیں تو بنے گھر چمنستانِ بہار

شوخی نقشِ قدم ہو گل خندانِ بہار

ختم شد

جب دہلی میں غدر پڑا

اور دہلی کے باکمال پیسہ پیسہ کو محتاج ہو گئے تو وہ راز جو صدیوں سے بسینہ بسینہ چلے آتے تھے. بھوک سے لاچار ہو کر انھوں نے بتلانے شروع کئے. غدر کی مصیبتوں اور فاقوں سے تنگ آئے ہوئے اہل کمال اپنا ہنر اور راز کوڑیوں میں فروخت کرتے پھرتے تھے مغل بادشاہوں کے دستر خوان کے کھانے بھی راز تھے اس زمانے کے بڑے بڑے رؤسا اور جاگیردار اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح شاہی باورچی سے اُن کھانوں کی ترکیبیں دریافت کریں. مگر وہ ناکام رہتے تھے.

رضیہ کا شاہی دسترخوان

بھی اسی سلسلہ کی ایک کتاب ہے جو شاہی باورچی سے حاصل کی گئی تھی، اب اس کتاب کو جدید انگریزی و دیسی کھانوں کے اضافہ کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہے، اس میں ہر قسم کے ناشتہ آئس کریم، فالودہ، کیک، شاہی ٹکڑے، مختلف قسم کی لذیذ روٹیاں مزیدار پوریاں، پکوان، حلوے، بیسیوں قسم کی دالیں. کھچڑی، انڈے، خاگینہ، قورمہ، کبابہ، مرغ، تسکار، نہجی دہلی کی مشہور نہاری، سبزیاں، نرگسی کوفتے، مچھلی کے سالن اور کباب، قیمہ پلاؤ، مختلف اقسام. انگریزی و دیسی مٹھائیاں، نشاستہ، حلوا سوہن، پھینیاں سب قسم کے مربے چٹنیاں، بیسیوں قسم کی چائے کافی، شربت اور بیس قسم کے انگریزی کھانے، گوشت کی مٹھائیاں، کیلے کا سالن. شاہی مچھلی وغیرہ بنانیکی مفصل اور آسان ترکیبیں درج ہیں، ضخامت دو اسی صفحات.

قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے. محصول الگ.

ملنے کا پتہ :- نیا کتاب گھر اردو بازار جامع مسجد دہلی

رکوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی